Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبد السلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس، مفتی محمد امجد، حکیم محمد فیضان، غفار الحق

فی شمارہ.................25 روپے
سالانہ...............300 روپے

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز

محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ "التبلیغ" حاصل کیجئے

قانونی مشیر

الحاج غلام علی فاروق
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....گزرگاہوں پرتنگی نہ پیدا کیجئے............مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۸۶).....اللہ کی وحدانیت کا اعلانِ عام اوراسمِ اعظم.........// // ۵

درسِ حدیث ....دس محرم کے روزہ کی فضیلت............// // ۱۱

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

دس محرم کواہل وعیال پروسعت کرنا............مفتی محمد رضوان ۲۱

ہوس کی امیری، ہوس کی وزیری (اِس دور کے چارہ گرکہاں ہیں؟ قسط۲۴)............مفتی محمد امجد حسین ۳۲

سفرکندیاں وکالاباغ (قسط۲)............// // ۳۶

تجارت انبیاء وصلحاء کاپیشہ (قسط۲)............مفتی منظوراحمد ۴۲

تداعی کے ساتھ جماعتی ذکر (چند شبہات کاازالہ) (قسط۱۲)............مفتی محمد رضوان ۴۶

ماہِ ذیقعدۃ: پانچویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات............مولانا طارق محمود ۵۰

والدین کے ساتھ صلہ رحمی کی تاکیداورقطع رحمی کا وبال (قسط۳)............مفتی محمد رضوان ۵۶

علم کے مینار............امام شافعی رحمہ اللہ کا سفرنامہ (قسط۳)............مفتی محمد امجد حسین ۶۰

تذکرۂ اولیاء:........بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے (تذکرہ مولانا رومی کا: قسط۱۶)....// // ۶۲

پیارے بچو!..........ایک بادشاہ اورایک بے وقوف غریب............بنتِ فاطمہ ۶۶

بزمِ خواتین..........ماہواری کے بعض احکام (قسط۲)............مفتی محمد یونس ۶۸

آپ کے دینی مسائل کا حل.... کان وغیرہ کٹے ہوئے جانورکی قربانی کی تحقیق....... ۷۳

کیاآپ جانتے ہیں؟..........اچھے اوربُرے خواب (قسط۵)......مفتی محمد رضوان ۸۱

عبرت کدہ ....حضرت یوسف علیہ السلام (قسط۱۷)............ابوجویریہ ۸۶

طب وصحت..........اچھی اوربُری عادتیں......جناب مسعوداحمد برکاتی صاحب ۸۸

اخبارِ ادارہ..........ادارہ کے شب وروز............مولانا محمد امجد حسین ۹۲

اخبارِ عالم..........قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں............حافظ غلام بلال ۹۳

ماہنامہ التبلیغ جلدنمبر۸ (۱۴۳۲ھ) کی اجمالی فہرست............ابوہریرہ ۸۴

Idara Ghufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ　　مفتی محمد رضوان

گزرگاہوں پر تنگی نہ پیدا کیجئے

ہمارے یہاں معاشرتی بگاڑ کے نتیجہ میں راستوں اور گزرگاہوں میں طرح طرح سے ایذاء رسانی کے مناظر سامنے آتے ہیں۔

ایک طرف تو ہمارے یہاں پہلے سے ہی گزرگاہوں اور راستوں میں تنگی کا سامنا ہے، اور اوپر سے آبادی، گاڑیوں اور ٹریفک میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے، دوسری طرف تعمیراتی سلسلوں اور گاڑیوں کی پارکنگ کے نظم وضبط میں بھی سرکاری اور عوامی سطح پر غفلت پائی جاتی ہے۔

تیسرے رہائشی اور کاروباری امور کی خاطر گزرگاہوں کے بڑے حصے کو مشغول کرنے کا سلسلہ بھی عام ہے، چنانچہ بہت سے لوگ اپنی عمارتوں کی سیڑھیاں، اور دروازے، گزرگاہوں کی حدود میں بنا دیتے ہیں، بہت سے کاروباری لوگ اپنا سامان اور سائن بورڈ وغیرہ گزرگاہوں پر رکھ لیتے ہیں، ریڑھی والے اپنی ریڑھیاں گزرگاہوں پر لگا کر کھڑے ہو جاتے ہیں، اور مستری، مکینک تک اپنے اوزاروں سمیت عین راستوں پر دوکان لگا کر بیٹھ جاتے ہیں۔

کوئی تقریب، فنکشن اور پروگرام کرنا ہو، اس کے لئے بھی راستہ اور گزرگاہ سب سے اچھی اور سستی جگہ شمار کی جاتی ہے۔ اور رہی سہی کسر گاڑیوں کی غلط پارکنگ کر کے پوری کر دی جاتی ہے۔

اور اس طرح ٹریفک کا جام ہونا روزمرہ بلکہ بہت سی جگہ صبح سے شام تک کا معمول بن کر رہ گیا ہے۔

عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ کوئی ایک شخص گاڑی یا موٹر سائیکل غلط جگہ پارک کر کے چلا جاتا ہے، اور اس کے نتیجہ میں گھنٹوں تک بلکہ بعض اوقات پورے پورے دن تک سینکڑوں گزرنے والے لوگ تکلیف و ایذاء اٹھاتے ہیں، گھنٹوں ٹریفک جام رہنے کی وجہ سے بے شمار لوگوں کا قیمتی وقت تو برباد ہوتا ہی ہے، اسی کے ساتھ پٹرول اور گیس کا بھی غیر ضروری استعمال ہوتا ہے۔

اور اگر کسی مریض کی اس کے نتیجہ میں جان چلی جائے، تو وہ الگ قصہ ہے۔

اور بھی نہ جانے کتنی شکلوں میں لوگوں کے نقصانات اور کاموں میں حرج ہوتا ہے۔

یاد رکھئے! کہ عام گزرگاہ پر سب لوگوں کا مشترکہ حق ہوتا ہے، اس کے کسی حصہ پر کسی فردِ واحد یا گروہ کا قبضہ

Idara Ghufran

جمانا یا اپنے ذاتی استعمال کی خاطر دوسروں کی حق تلفی کرنا قانوناً تو جرم ہے ہی، ساتھ ساتھ شریعت کی نظر میں بھی سنگین جرم ہے، اور اخلاقی طور پر گری ہوئی حرکت ہونے میں تو شبہ ہی نہیں۔

یہ بات ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ کسی کو بے جا تکلیف پہنچانے کو شریعت نے گناہ بلکہ کبیرہ گناہ قرار دیا ہے، اور مسلمان کی شان یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کے ہاتھ اور زبان وغیرہ سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں، اور تکلیف نہ اٹھائیں۔

مگر آج قانون، شریعت اور اخلاق سب کو بالائے طاق رکھ کر کھلے عام اس قسم کی حرکات کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں کو اس قسم کے معاشرتی امور کی تعلیم دی جائے، اور تبلیغ کی جائے، اور ان پر عمل کا اہتمام کیا جائے، اور دوسرے مسلمانوں کو بے جا تکلیف پہنچانے کا ارتکاب کرنے سے بچایا جائے۔

اگر کوئی مکان یا کوئی بھی عمارت تعمیر کرنی ہو تو اس کا لحاظ کیجئے کہ گزرگاہ میں تنگی پیدا نہ ہو، تعمیر کا کوئی حصہ گزرگاہ پر تجاوز نہ کر جائے۔

اگر مکان یا دوکان گزرگاہ سے اونچا ہے، تو کوشش کیجئے کہ اگر ممکن ہو تو اس کی سیڑھی گزرگاہ پر واقع نہ ہو، اور اگر کسی سخت مجبوری وضرورت کی وجہ سے ایسا کرنا پڑے تو کم از کم حصہ میں بلکہ نالی کے اوپری حصہ پر واقع ہو، تاکہ گزرگاہ میں تنگی پیدا نہ ہو۔

گزرگاہوں پر اپنا ذاتی سامان رکھ کر اور میٹریل، ملبہ یا کچرا وغیرہ ڈال کر گزرنے والوں کے لئے مشکلات نہ پیدا کیجئے، اگر کسی وقت راستہ میں سخت مجبوری میں عارضی طور پر کوئی سامان وغیرہ رکھنا پڑ جائے، تو کم از کم جگہ اور وقت میں ضرورت پوری کرنے کی کوشش کیجئے۔

گاڑی یا موٹر سائیکل وغیرہ کی پارکنگ ایسی جگہ کیجئے، جس سے گزرنے والوں کو تکلیف نہ ہو، کچھ دور لے جا کر گاڑی پارک کر دینے اور کچھ پیدل چلنے کی زحمت کو دوسروں کو تکلیف پہنچانے کے مقابلہ میں برداشت کر لیجئے، اور اگر کوئی جگہ دستیاب نہ ہو، اور مجبوراً گزرگاہ میں پارک کرنی پڑے، تو اس کا بہت زیادہ اہتمام کیجئے کہ ٹریفک میں تعطل پیدا نہ ہو، کنارہ سے ہٹ کر راستہ کے درمیان یا ٹیڑھے ترچھے طریقہ پر گاڑی کھڑی کر کے دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے بچیئے، خواہ اس کی وجہ سے آپ کے گاڑی پارک کرنے میں چند منٹ زیادہ ہی کیوں نہ خرچ ہو جائیں، یہ چند منٹ آپ کے رائیگاں نہیں جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

(سورہ بقرہ قسط ۸۶، آیت ۱۶۳) مفتی محمد رضوان

اللہ کی وحدانیت کا اعلانِ عام اور اسمِ اعظم

وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (۱۶۳)

ترجمہ: اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، بہت رحم والا، نہایت مہربان ہے (۱۶۳)

تفسیر وتشریح

گزشتہ آیات میں حق بات کو چھپانے اور کفر کی حالت میں مَرنے والے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور اللہ کے عذاب کے نازل ہونے کا ذکر تھا کہ ایسے لوگ ہمیشہ عذاب میں ہی رہیں گے۔

مذکورہ آیت میں پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت وتوحید کو بیان کیا گیا، اور اس کے شریک وسہیم ہونے کی نفی کی گئی، اور پھر اس شرک سے تائب ہونے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے رحمٰن اور رحیم ہونے کا ذکر کیا گیا ہے کہ معبود یعنی جو عبادت کیے جانے کے لائق اور قابل ہے، وہ صرف ایک اللہ ہی ہے، اللہ کی لعنت سے چھٹکارا اور اللہ کے عذاب سے پناہ کہیں اور سے نہیں مل سکتی، صرف اللہ ہی اس لعنت اور عذاب سے بچا سکتا ہے، کیونکہ وہ رحمٰن بھی ہے، اور رحیم بھی، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی لعنت اور عذاب سے بچنے اور اس کے رحمٰن اور رحیم ہونے کی صفت سے دنیا وآخرت میں مستفید ہونے کا طریقہ صرف اور صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت وتوحید پر ایمان لایا جائے، اور کفر وشرک سے نجات حاصل کی جائے۔

مذکورہ آیت میں ساری انسانیت کو خطاب کر کے توحید کا اعلان کیا گیا ہے، جس میں مشرکین بھی شامل ہیں، اور یہودی وعیسائی بھی کہ عرب کے مشرکین نے اپنے لئے بہت سارے بتوں کو معبود بنا رکھا تھا، اور یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دے رکھا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم

حضرت اسماء بنتِ یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :اسْمُ اللَّهِ الْأَعْظَمُ فِي هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ

(وَاِلٰـهُـكُـمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ) (البقرة، آيت ۱۶۳)

وَفَاتِحَةِ آلِ عِمْرَانَ (الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ) (آل عمران، آيت ۲)

(ترمذی، رقم الحدیث ۳۴۷۸،وقال : هٰذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ)

’’نبی ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ کا اسمِ اعظم ان دو آیتوں میں ہے، ایک تو سورہ بقرہ کی اس آیت میں کہ: ’’وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ.‘‘

اور دوسرے سورہ آلِ عمران کی ابتدائی اس آیت میں کہ:

الم اللّٰهُ لا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الحَیُّ القَيُّومُ ‘‘

بعض احادیث میں اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم تین سورتوں میں قرار دیا گیا ہے، دو سورتیں تو یہی ہیں، یعنی سورہ بقرہ اور سورہ آلِ عمران، اور تیسری سورہ طٰہٰ ہے۔ [1]

اللہ تعالیٰ کے اسمِ اعظم کا اور احادیث میں بھی ذکر ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں مندرجہ ذیل کلمات کو اسمِ اعظم قرار دیا گیا ہے:

أَشْهَدُ أَنَّکَ أَنْتَ اللّٰهُ لا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْأَحَدُ الصَّمَدُ، الَّذِیْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ. [2]

اور ایک حدیث میں مندرجہ ذیل کلمات کو اسمِ اعظم قرار دیا گیا ہے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُکَ بِأَنَّ لَکَ الْحَمْدُ، لا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الْمَنَّانُ، بَدِيْعُ السَّمٰوَاتِ

---

[1] عَنْ أَبِی أُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ " :إِنَّ اسْمَ اللّٰهِ الْأَعْظَمَ لَفِی ثَلَاثِ سُوَرٍ مِنَ الْقُرْآنِ :فِی سُورَةِ الْبَقَرَةِ، وَآلِ عِمْرَانَ، وَطَهَ "فَالْتَمَسْتُهَا فَوَجَدْتُ فِی سُورَةِ الْبَقَرَةِ آيَةَ الْكُرْسِیِّ(اللّٰهُ لا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّومُ)وَفِی سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ(الم اللّٰهُ لا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّومُ)وَفِی سُورَةِ طَهَ(وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَیِّ الْقَيُّومِ)(مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۱۸۶۶)

[2] عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ الْأَسْلَمِیِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ :سَمِعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَدْعُوْ وَهُوَ يَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُکَ بِأَنِّیْ أَشْهَدُ أَنَّکَ أَنْتَ اللّٰهُ لا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْأَحَدُ الصَّمَدُ، الَّذِیْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ، قَالَ: فَقَالَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَقَدْ سَأَلَ اللّٰهَ بِاسْمِهِ الْأَعْظَمِ الَّذِیْ إِذَا دُعِیَ بِهٖ أَجَابَ، وَإِذَا سُئِلَ بِهٖ أَعْطٰی (ترمذی، رقم الحدیث ۳۴۷۵، واللفظ لهٗ؛ ابوداؤد، رقم الحدیث ۱۴۹۳، مسند احمد، رقم الحدیث ۲۲۹۵۲)

فی حاشية مسند احمد:إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين.

Idara Ghufran

وَالْأَرْضِ، يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ، يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ۔ ۱

اور حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ اور امام شعبی رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اللہ کا اسمِ اعظم لفظِ ''اللہ'' ہے۔ ۲

اس قسم کی مختلف احادیث وآثار کے پیشِ نظر بعد کے اہلِ علم حضرات کا اللہ تعالیٰ کے اسمِ اعظم کے سلسلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

بعض حضرات نے تو اللہ تعالیٰ کے تمام اسمائے حسنیٰ کو اسمِ اعظم قرار دیا ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کے کسی بھی مبارک نام سے اس طرح دعا کرتا ہے کہ اس وقت اس کی فکر کسی غیر اللہ کی طرف نہیں ہوتی، تو وہی اس کے حق میں اسمِ اعظم ہوتا ہے۔

جبکہ بعض حضرات کے اقوال اس سے مختلف ہیں۔ ۳

---

۱ عَنْ أَنَسٍ، أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلّى الله عليه وسلم جَالِسًا وَرَجُلٌ يُصَلِّيْ، ثُمَّ دَعَا: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الْمَنَّانُ، بَدِيْعُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ، يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ دَعَا اللّٰهَ بِاسْمِهِ الْعَظِيْمِ، الَّذِيْ إِذَا دُعِيَ بِهٖ أَجَابَ، وَإِذَا سُئِلَ بِهٖ أَعْطٰى (ابوداؤد، رقم الحديث ۱۴۹۵، واللفظ لهٗ؛ ترمذى، رقم الحديث ۳۵۴۴؛ نسائى، رقم الحديث ۱۳۰۰)

۲ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: اسْمُ اللهِ الْأَعْظَمُ اللّٰهُ (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۳۶۷۶۲)

عَنْ مِسْعَرٍ عَمَّنْ سَمِعَ الشَّعْبِيَّ يَقُوْلُ: اسْمُ اللهِ الْأَعْظَمُ اللّٰهُ، ثُمَّ قَرَأَ، أَوْ قَرَأْتُ عَلَيْهِ (هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِءُ الْمُصَوِّرُ) إِلَى آخِرِهَا (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۳۶۷۶۳)

۳ قد جرى ذكر الاسم الأعظم فى هذه المباحث فليقع الإلمام بشىء من الكلام عليه وقد أنكره قوم كأبى جعفر الطبرى وأبى الحسن الأشعرى وجماعة بعدهما كأبى حاتم بن حبان والقاضى أبى بكر الباقلانى فقالوا لا يجوز تفضيل بعض الأسماء على بعض ونسب ذلك بعضهم لمالك لكراهيته أن تعاد سورة أو تردد دون غيرها من السور لئلا يظن أن بعض القرآن أفضل من بعض فيؤذن ذلك باعتقاد نقصان المفضول عن الأفضل وحملوا ما ورد من ذلك على أن المراد بالأعظم العظيم وأن أسماء الله كلها عظيمة وعبارة أبى جعفر الطبرى اختلفت الآثار فى تعيين الاسم الأعظم والذى عندى أن الأقوال كلها صحيحة إذ لم يرد فى خبر منها أنه الاسم الأعظم ولا شىء أعظم منه فكأنه يقول كل اسم من أسمائه تعالى يجوز وصفه بكونه أعظم فيرجع إلى معنى عظيم كما تقدم وقال بن حبان الأعظمية الواردة فى الأخبار إنما يراد بها مزيد ثواب الداعى بذلك كما أطلق ذلك فى القرآن والمراد به مزيد ثواب القارىء. وقيل المراد بالاسم الأعظم كل اسم من أسماء الله تعالى دعا العبد به مستغرقا بحيث لا يكون فى فكره حالتئذ غير الله تعالى فإن من تأتى له ذلك استجيب له ونقل معنى هذا عن جعفر الصادق وعن الجنيد وعن غيرهما. وقال آخرون استأثر الله تعالى بعلم الاسم الأعظم ولم يطلع عليه أحدا من خلقه وأثبته آخرون معينا واضطربوا فى ذلك.

وجملة ما وقفت عليه من ذلك أربعة عشر قولا:

الأول: الاسم الأعظم هو نقله الفخر الرازى عن بعض أهل الكشف واحتج له بأن من أراد ان يعبر عن كلام معظم بحضرته لم يقل له أنت قلت كذا وإنما يقول هو يقول تأدبا معه. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

لیکن بہت سے حضرات کا قول یہ ہے کہ لفظِ ''اللہ'' ہی اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم ہے۔
اور جن احادیث میں مختلف الفاظ پر مشتمل کلمات کو اسمِ اعظم قرار دیا گیا ہے، وہ اس قول کے خلاف

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الثانی: الله لأنه اسم لم يطلق على غيره ولأنه الأصل فى الأسماء الحسنى ومن ثم أضيفت إليه. **الثالث**: الله الرحمن الرحيم ولعل مستنده ما أخرجه بن ماجه عن عائشة أنها سألت النبى صلى الله عليه وسلم أن يعلمها الاسم الأعظم فلم يفعل فصلت ودعت اللهم إنى أدعوك الله وأدعوك الرحمن وأدعوك الرحيم وأدعوك بأسمائك الحسنى كلها ما علمت منها وما لم أعلم الحديث وفيه أنه صلى الله عليه وسلم قال لها إنه لفى الأسماء التى دعوت بها قلت وسنده ضعيف وفى الاستدلال به نظر لا يخفى .

الرابع: الرحمن الرحيم الحى القيوم لما أخرج الترمذى من حديث أسماء بنت يزيد أن النبى صلى الله عليه وسلم قال اسم الله الأعظم فى هاتين الآيتين وإلهكم إله واحد لا إله إلا هو الرحمن الرحيم وفاتحة سورة آل عمران الله لا إله إلا هو الحى القيوم أخرجه أصحاب السنن إلا النسائى وحسنه الترمذى وفى نسخة صحيحة وفيه نظر لأنه من رواية شهر بن حوشب.

الخامس: الحى القيوم اخرج بن ماجه من حديث أبى أمامة الاسم الأعظم فى ثلاث سور البقرة وآل عمران وطه قال القاسم الراوى عن أبى أمامة التمسته منها فعرفت أنه الحى القيوم وقواه الفخر الرازى واحتج بأنهما يدلان من صفات العظمة بالربوبية مالا يدل على ذلك غيرهما كدلالتهما .

السادس: الحنان المنان بديع السماوات والأرض ذو الجلال والإكرام الحى القيوم ورد ذلك مجموعا فى حديث أنس عند أحمد والحاكم وأصله عند أبى داود والنسائى وصححه بن حبان.

السابع: بديع السماوات والأرض ذو الجلال والاكرام أخرجه أبو يعلى من طريق السرى بن يحيى عن رجل من طى وأثنى عليه قال كنت أسأل الله أن يرينى الاسم الأعظم فأريته مكتوبا فى الكواكب فى السماء .

الثامن: ذو الجلال والإكرام أخرج للترمذى من حديث معاذ بن جبل قال سمع النبى صلى الله عليه وسلم رجلا يقول ياذا الجلال والإكرام فقال قد استجيب لك فسل واحتج له الفخر بأنه يشمل جميع الصفات المعتبرة فى الإلهية لأن فى الجلال إشارة إلى جميع السلوب وفى الإكرام إشارة إلى جميع الإضافات.

التاسع: الله لا إله إلا هو الأحد الصمد الذى لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا أحد أخرجه أبو داود والترمذى وبن ماجة وبن حبان والحاكم من حديث بريدة وهو أرجح من حيث السند من جميع ما ورد فى ذلك.

العاشر: رب رب أخرجه الحاكم من حديث أبى الدرداء وبن عباس بلفظ اسم الله الأكبر رب رب واخرج بن أبى الدنيا عن عائشة إذا قال العبد يا رب يا رب قال الله تعالى لبيك عبدى سل تعط رواه مرفوعا وموقوفا.

الحادى عشر: دعوة ذى النون أخرج النسائى والحاكم عن فضالة بن عبيد رفعه دعوة ذى النون فى بطن الحوت لا إله إلا أنت سبحانك إنى كنت من الظالمين لم يدع بها رجل مسلم قط إلا استجاب الله له.

الثانى عشر: نقل الفخر الرازى عن زين العابدين أنه سأل الله أن يعلمه الاسم الأعظم فرأى فى النوم هو الله الله الله الذى لا إله إلا هو رب العرش العظيم.

الثالث عشر: هو مخفى فى الأسماء الحسنى ويؤيده حديث عائشة المتقدم لما دعت ببعض الأسماء وبالأسماء الحسنى فقال لها صلى الله عليه وسلم إنه لفى الأسماء التى دعوت بها.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نہیں ہیں، کیونکہ ان میں بھی یہ لفظ موجود ہے۔ ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ **الرابع عشر**: كلمة التوحيد نقله عياض كما تقدم قبل هذا واستدل بحديث الباب على انعقاد اليمين بكل اسم ورد في القرآن أو الحديث الثابت وهو وجه غريب حكاه بن كج من الشافعية(فتح البارى لابن حجر، ج ۱۱ ص ۲۲۴تا۲۲۶، قوله باب قول لا حول ولا قوة إلا بالله)

اسم الله الأعظم:الْمَسْأَلَةُ الثَّانِيَةَ عَشْرَةَ :الْقَائِلُونَ بِأَنَّ الِاسْمَ الْأَعْظَمَ مَوْجُودٌ اخْتَلَفُوا فِيهِ عَلَى وُجُوهٍ - :الْأَوَّلُ: قَوْلُ مَنْ يَقُولُ إِنَّ ذَلِكَ الِاسْمَ الْأَعْظَمَ هُوَ قَوْلُنَا :ذُو الْجَلالِ وَالْإِكْرامِ (الرَّحْمَن 27 :) وَوَرَدَ فِيهِ قوله عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ :أَلِظُّوا بيَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ وَهَذَا عِنْدِي ضَعِيفٌ، لِأَنَّ الْجَلَالَ إِشَارَةٌ إِلَى الصِّفَاتِ السَّلْبِيَّةِ، وَالْإِكْرَامَ إِشَارَةٌ إِلَى الصِّفَاتِ الْإِضَافِيَّةِ، وَقَدْ عَرَفْتَ أَنَّ حَقِيقَتَهُ الْمَخْصُوصَةَ مُغَايِرَةٌ لِلسُّلُوبِ وَالْإِضَافَاتِ.

وَالْقَوْلُ الثَّانِي :قَوْلُ مَنْ يَقُولُ أنه هو الْحَيُّ الْقَيُّومُ (البقرة 255 :) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِأُبَيِّ بْنِ كعب: ما أعظم آية فى كتاب الله تعالى؟ فَقَالَ :اللَّهُ لا إِلهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ (الْبَقَرَةِ 255 :) فَقَالَ :لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ أَبَا الْمُنْذِرِ وَعِنْدِي أَنَّهُ ضَعِيفٌ، وَذَلِكَ لِأَنَّ الْحَيَّ هُوَ الدَّرَّاكُ الْفَعَّالُ، وَهَذَا لَيْسَ فِيهِ كَثْرَةُ عَظَمَةٍ لِأَنَّهُ صِفَةٌ، وَأَمَّا الْقَيُّومُ فَهُوَ مُبَالَغَةٌ فِي الْقِيَامِ، وَمَعْنَاهُ كَوْنُهُ قَائِمًا بِنَفْسِهِ مُقَوِّمًا لِغَيْرِهِ، فَكَوْنُهُ قَائِمًا بِنَفْسِهِ مَفْهُومٌ سَلْبِيٌّ وَهُوَ اسْتِغْنَاؤُهُ عَنْ غَيْرِهِ، وَكَوْنُهُ مُقَوِّمًا لِغَيْرِهِ صِفَةٌ إِضَافِيَّةٌ فَالْقَيُّومُ لَفْظٌ دَالٌّ عَلَى مَجْمُوعِ سَلْبٍ وَإِضَافَةٍ، فَلَا يَكُونُ ذَلِكَ عِبَارَةً عَنِ الِاسْمِ الْأَعْظَمِ.الْقَوْلُ الثَّالِثُ :قَوْلُ مَنْ يَقُولُ :أَسْمَاءُ اللَّهِ كُلُّهَا عَظِيمَةٌ مُقَدَّسَةٌ، وَلَا يَجُوزُ وَصْفُ الْوَاحِدِ مِنْهَا بِأَنَّهُ أَعْظَمُ، لِأَنَّ ذَلِكَ يَقْتَضِي وَصْفَ مَا عَدَاهُ بِالنُّقْصَانِ، وَعِنْدِي أَنَّ هَذَا أَيْضًا ضَعِيفٌ لِأَنَّا بَيَّنَّا أَنَّ الْأَسْمَاءَ مُنْقَسِمَةٌ إِلَى الْأَقْسَامِ التِّسْعَةِ، وَبَيَّنَّا أَنَّ الِاسْمَ الدَّالَّ عَلَى الذَّاتِ الْمَخْصُوصَةِ يَجِبُ أَنْ يَكُونَ أَشْرَفَ الْأَسْمَاءِ وَأَعْظَمَهَا، وَإِذَا ثَبَتَ هَذَا بِالدَّلَائِلِ فَلَا سَبِيلَ فِيهِ إِلَى الْإِنْكَارِ.

الْقَوْلُ الرَّابِعُ :أَنَّ الِاسْمَ الْأَعْظَمَ هُوَ قَوْلُنَا :اللَّهُ وَهَذَا هُوَ الْأَقْرَبُ عِنْدِي لِأَنَّا سَنُقِيمُ الدَّلَالَةَ عَلَى أَنَّ هَذَا الِاسْمَ يَجْرِي مَجْرَى اسْمِ الْعَلَمِ فِي حَقِّهِ سُبْحَانَهُ، وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ كَانَ دَالًّا عَلَى ذَاتِهِ الْمَخْصُوصَةِ (التفسير الكبير، ج ۱ ص ۱۰۱، ۱۱۱،الكتاب الثانى فى مباحث بسم الله الرحمن الرحيم وفيه أبواب،الباب الثالث من هذا الكتاب فى مباحث الاسم)

؎ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ :وَكَانَ جَوَابَنَا لَهُ فِي ذَلِكَ بِتَوْفِيقِ اللهِ أَنَّ مَا اسْتَخْرَجَهُ أَبُو حَفْصٍ مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِيهِ اللهُ وَالَّذِي اسْتَخْرَجَهُ مِنْ آلِ عِمْرَانَ كَذَلِكَ أَيْضًا فِيهِ اللهُ فَلَمْ يَكُنْ ذَلِكَ خَارِجًا مِنَ الْآثَارِ الَّتِي رَوَيْنَاهَا عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْبَابِ، وَلَا مُخَالِفًا لِمَا فِيهَا وَكَانَ مَا اسْتَخْرَجَهُ مِمَّا فِي طه قَدْ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ كَمَا اسْتَخْرَجَهُ فَثَبَتَ بِذَلِكَ أَنَّ اسْمَ اللهِ الْأَعْظَمَ هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَقَدْ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ هُوَ مَا فِي طه سِوَى ذَلِكَ ,وَهُوَ قَوْلُ اللهِ فِيهَا :(وَإِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ) (طه 8 :) . الْآيَةَ فَيَرْجِعُ مَا فِي طه إِلَى مِثْلِ مَا رَجَعَ إِلَيْهِ مَا فِي سُورَةِ الْبَقَرَةِ وَمَا فِي سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ أَنَّهُ اللهُ تَعَالَى وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيَّةِ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي ذَلِكَ مَا يُخَالِفُ الْحَدِيثَ الَّذِي اسْتَخْرَجَ مِنْهُ أَبُو حَفْصٍ مَا اسْتَخْرَجَ كَمَا حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْزُوقٍ، حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ، أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ " :إِنَّ فِي هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ اسْمَ اللهِ الْأَعْظَمَ (وَإِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ) (البقرة 163 :) , وَ (الم اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ) (آل عمران 2 :)" وَمَا قَدْ حَدَّثَنَا أَبُو أُمَيَّةَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ النَّبِيلُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ شَهْرٍ، عَنْ أَسْمَاءَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِثْلَهُ .فَكَانَ فِي هَذَيْنِ الْحَدِيثَيْنِ مَوْضِعُ اسْمِ اللهِ مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ وَمِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ بِمَا لَيْسَ فِي إِحْدَاهُمَا ذِكْرُ الْحَيِّ الْقَيُّومِ وَفِيهِمَا جَمِيعًا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فَكَانَ فِي

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خواہ "اللہ" کی شکل میں ہو یا "الٰہ" کی شکل میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ذَلِکَ مَا یَجِبُ بِهِ أَنْ یُعْقَلَ أَنَّ الَّذِی فِی سُورَةِ طه هُوَ ذَلِکَ أَیْضًا لَا مَا ذَکَرَهُ أَبُو حَفْصٍ وَکَانَ فِیمَا ذَکَرْنَا مَا قَدْ وَافَقَهُ مَا ذَهَبَ إِلَیْهِ أَبُو حَنِیفَةَ فَکَانَ قَوْلُهُمْ :اللهُمَّ إِنَّمَا کَانَ الْأَصْلُ فِیهِ یَا اللهُ فَلَمَّا حَذَفُوا الْیَاءَ مِنْ أَوَّلِ الْحَرْفِ زَادُوا الْمِیمَ فِی آخِرِهِ لِیَرْجِعَ الْمَعْنَى الَّذِی فِی یَا اللهُ وَفِیمَا رَوَیْنَا عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَصْدِیقُ بَعْضِهِ بَعْضًا وَانْتَفَى الِاخْتِلَافُ مِنْهُ(شرح مشکل الآثار للطحاوی، ج ۱ ص ۱۶۳، ۱۶۴ ،باب بیان مشکل ما روی عن رسول الله علیه السلام فی اسم الله الأعظم أی أسمائه هو ؟)

والحق أنه نظیر قوله تعالى :(لکنا هو الله ربی) (الکهف38 :) فإن الأصل :لکن أنا، فحولوا الفتحة إلى ما قبلها من النون فاجتمعت نونان متحرکتان، فأسکنوا الأولى وأدغموها فی الثانیة، وهذا القول محکی عن الفراء .وقیل :الأصل فیه هاء الکنایة عن الغائب ;وذلک أنهم أثبتوا موجودا فی نظر عقولهم وأشاروا إلیه بحرف الکنایة، ثم زادوا فیه لام الملک ;لما علموا أنه خالق الأشیاء ومالکها فصار (له) ، ثم قصروا الهاء وأشبعوا فتحة اللام فصار :(لاه) ، وخرج عن معنى الإضافة إلى الاسم المفرد ;فزیدت فیه الألف واللام للتعریف تعظیما وفخموه تأکیدا لهذا المعنى، فصار (الله) کما ترى، وهذا أقرب بإشارات الصوفیة من تحقیق اللغة العربیة، وقیل :لیس هو بمشتق بل هو علم ابتداء لذاته المخصوصة من غیر ملاحظة معنى من المعانی المذکورة، ویلائم هذا المذهب ما ذکره بعض العارفین من أنه اسم للذات الإلهیة من حیث هی على الإطلاق، لا باعتبار اتصافها بالصفات، ولا باعتبار لا اتصافها بها، ولذا قال الجمهور :إنه الاسم الأعظم .قال القطب الربانی الشیخ عبد القادر الجیلانی :الاسم الأعظم هو الله، لکن بشرط أن تقول :الله، ولیس فی قلبک سواه، وقد خص هذا الاسم بخواص لا توجد فی غیره کما

ذکره أهل العربیة منها :أنه تنسب سائر الأسماء إلیه، ولا ینسب هو إلى شیء منها، ومنها :أنه لم یسم به أحد من الخلق بخلاف سائر الأسماء .ومنها :أنهم حذفوا لفظة یاء من أوله وزادوا میما فی آخره فقالوا :اللهم، ولم یفعل ذلک لغیره .ومنها :أنهم ألزموه الألف واللام عوضا لازما عن همزته، ولم یفعل ذلک فی غیره . ومنها :أنهم قالوا :یا ألله فقطعوا همزته .ومنها :أنهم جمعوا بین یا التی للنداء وبین الألف واللام ولم یفعل ذلک فی غیره حال سعة الکلام .ومنها :تخصیصهم إیاه فی القسم بإدخال (التاء وایمن وایم) فی قولهم: تالله، وایمن الله، وایم الله .ومنها :تفخیم لامه إذا انفتح ما قبله، أو انضم ;سنة ورثتها العرب کابرا عن کابر وتواتر النقل عن القراء عن رسول الله صلى الله علیه وسلم، وحذف ألفه لحن تفسد به الصلاة(مرقاة المفاتیح، ج ۱ ص ۶، مقدمة المؤلف)

(اللَّهَ بِاسْمِهِ الْأَعْظَمِ) قِیلَ الْأَعْظَمُ هُنَا یَعْنِی الْعَظِیمَ، لِأَنَّ جَمِیعَ أَسْمَائِهِ عَظِیمٌ، وَقِیلَ :کُلُّ اسْمٍ هُوَ أَکْثَرُ تَعْظِیمًا لَهُ تَعَالَى، فَهُوَ أَعْظَمُ مِمَّا هُوَ أَقَلُّ تَعْظِیمًا، فَالرَّحْمَنُ أَعْظَمُ مِنَ الرَّحِیمِ، لِأَنَّهُ أَکْثَرُ مُبَالَغَةً، وَلَفْظَةُ (اللَّهِ) أَعَمُّ مِنَ الرَّبِّ، لِأَنَّهُ لَا شَرِیکَ لَهُ فِی تَسْمِیَتِهِ لَا بِالْإِضَافَةِ وَلَا بِغَیْرِهَا بِخِلَافِ الرَّبِّ (الَّذِی إِذَا سُئِلَ بِهِ أَعْطَى، وَإِذَا دُعِیَ بِهِ أَجَابَ) : إِجَابَةُ الدُّعَاءِ تَدُلُّ عَلَى وَجَاهَةِ الدَّاعِی عِنْدَ الْمُجِیبِ، فَیَتَضَمَّنُ قَضَاءَ الْحَاجَةِ بِخِلَافِ الْإِعْطَاءِ، فَالْأَخِیرُ أَبْلَغُ .ذَکَرَهُ الطِّیبِیُّ -رَحِمَهُ اللَّهُ -وَقَالَ :فِی الْحَدِیثِ دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّ لِلَّهِ تَعَالَى اسْمًا أَعْظَمَ إِذَا دُعِیَ بِهِ أَجَابَ .وَأَنَّ ذَلِکَ مَذْکُورٌ هَاهُنَا، وَفِیهِ حُجَّةٌ عَلَى مَنْ قَالَ :کُلُّ اسْمٍ ذُکِرَ بِإِخْلَاصٍ تَامٍّ مَعَ الْإِعْرَاضِ عَمَّا سِوَاهُ هُوَ الِاسْمُ الْأَعْظَمُ، إِذْ لَا شَرَفَ لِلْحُرُوفِ، وَقَدْ ذُکِرَ فِی أَحَادِیثَ أُخَرَ مِثْلُ ذَلِکَ، وَفِیهَا أَسْمَاءٌ لَیْسَتْ فِی هَذَا الْحَدِیثِ إِلَّا أَنَّ لَفْظَ اللَّهِ مَذْکُورٌ فِی الْکُلِّ، فَیُسْتَدَلُّ بِذَلِکَ عَلَى أَنَّهُ الِاسْمُ الْأَعْظَمُ .اهـ .وَهُوَ قَوْلُ الْجُمْهُورِ وَتَقَدَّمَ شَرْطُهُ .(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَأَبُو دَاوُدَ) : وَکَذَا ابْنُ مَاجَهْ وَالنَّسَائِیُّ، وَأَحْمَدُ، وَابْنُ حِبَّانَ، وَالْحَاکِمُ . (مرقاة، کِتَابُ أَسْمَاءِ اللَّهِ تَعَالَى)

درسِ حدیث   مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

دس محرم کے روزہ کی فضیلت

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرّٰى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلٰى غَيْرِهِ إِلَّا هٰذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَهٰذَا الشَّهْرَ يَعْنِيْ شَهْرَ رَمَضَانَ (بخاری) [1]

ترجمہ: میں نے نہیں دیکھا کہ نبی ﷺ کسی خاص دن روزہ کا اہتمام فرماتے ہوں اور اس کو کسی دوسرے دن پر فضیلت دیتے ہوں، سوائے اس دس محرم کے دن کے اور اس مہینہ یعنی رمضان المبارک کے مہینہ کے (ترجمہ ختم)

فائدہ: حضور ﷺ کے طرزِ عمل سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے یہی سمجھا کہ آپ جس قدر نفلی روزوں میں عاشورے کے دن کے روزے کا اہتمام فرماتے تھے اتنا رمضان کے بعد کسی دوسرے نفلی روزے کا نہیں فرماتے تھے۔اس حدیث سے دس محرم کے روزہ کی فضیلت بالکل ظاہر اور واضح ہے۔ [2]

---

[1] حدیث نمبر ۱۸۶۷، کتاب الصوم، باب صیام یوم عاشوراء ، واللفظ لہٗ،مسلم حدیث نمبر ۲۷۱۸،سنن نسائی حدیث نمبر ۲۳۶۹، مسند احمد حدیث نمبر ۳۴۷۵.

[2] قيل لعل هذا على فهم ابن عباس وإلا فيوم عرفة أفضل الأيام ودفع بأن الكلام فى فضل الصوم فى اليوم لا فى فضل اليوم مطلقا مع أن اليوم أيضا مختلف فيه(مرقاة،كتاب الصوم، باب صيام التطوع)

قوله ما رأيت الخ هذا يقتضى أن يوم عاشوراء أفضل الأيام للصائم بعد رمضان لكن بن عباس أسند ذلك إلى علمه فليس فيه ما يرد علم غيره وقد روى مسلم من حديث أبى قتادة مرفوعا أن صوم عاشوراء يكفر سنة وأن صيام يوم عرفة يكفر سنتين وظاهره أن صيام يوم عرفة أفضل من صيام يوم عاشوراء (فتح البارى لابنِ حجر، باب صيام يوم عاشوراء)

قال الحافظ وهذا يقتضى ان يوم عاشورآء افضل الايام للصائم بعدرمضان لكن ابن عباس اسند ذلك الى علمه فليس فيه مايردعلم غيره وقدروى مسلم من حديث ابى قتاده مرفوعًاان صوم عاشورآء يكفر سنة وان صيام يوم عرفة يكفرسنتين وظاهره ان صيام يوم عرفة افضل من صيام يوم عاشورآء وقد قيل فى الحكمة فى ذلك ان يوم عاشورآء منسوب الى موسٰى عليه السلام ويوم عرفة منسوب الى النبى ﷺ فلذلك كان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں حضور ﷺ نے عاشوراء کے دن کے روزہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

صِیَامُ یَوْمِ عَرَفَةَ أَحْتَسِبُ عَلَی اللّٰہِ أَنْ یُّکَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِیْ قَبْلَهٗ وَالسَّنَةَ الَّتِیْ بَعْدَهٗ وَصِیَامُ یَوْمِ عَاشُوْرَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَی اللّٰہِ أَنْ یُّکَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِیْ قَبْلَهٗ (مسلم) [۱]

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ عرفہ (یعنی نو ذی الحجہ) کا روزہ رکھنا گزشتہ اور آنے والے سالوں کے (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے، اور میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ عاشوراء (یعنی دس محرم) کا روزہ گزشتہ ایک سال کے (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے (ترجمہ ختم)

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَظَاھِرُہٗ أَنَّ صِیَامُ یَوْمَ عَرَفَةَ أَفْضَلُ مِنْ صِیَامِ یَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَقَدْ قِیْلَ فِی الْحِکْمَةِ فِیْ ذٰلِکَ أَنَّ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ مَنْسُوْبٌ إِلٰی مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ وَیَوْمُ عَرَفَةَ مَنْسُوْبٌ إِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَلِذٰلِکَ کَانَ أَفْضَلُ (فتح الباری لابنِ حجر، باب صیام یوم عاشوراء)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

افضل (فتح الملھم شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۴۵ للعلامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ)

(المحرم) أی ھو أفضل شھر یتطوع بصومه کاملا بعد رمضان ، فأما التطوع ببعض شھر فقد یکون أفضل من بعض أیامه کصوم عرفة وعشر الحجة ذکرہ الحافظ ابن رجب وذلک لأنه أول السنة المستأنفة وافتتاحھا بالصوم الذی ھو ضیاء أفضل الأعمال ، وقال الزمخشری :خصه من بین الأشھر الحرم لمکان عاشوراء فأفضل الأشھر لصوم التطوع المحرم ثم رجب ثم بقیة الأشھر الحرم ثم شعبان ، ولا یعارضه إکثار النبی ﷺ صوم شھر شعبان دونه لأنه إنما علم فضل صوم المحرم آخرا ، ولعله لعارض ، وتفضیل صوم داود باعتبار الطریقة وھذا باعتبار الزمن ، فطریقة داود فی المحرم أفضل من طریقته فی غیرہ کذا وفق جمع وضعف ، والظاھر أن التطوع المطلق بالصوم أفضله المحرم کما أن أفضل النفل المطلق صلاة اللیل وما صیامه تبع کصوم ما قبل رمضان وما بعدہ فلیس من المطلق بل صومه تبع لرمضان ، ولذا قیل إن صوم ست شوال یلحق رمضان ویکتب معه بصیام الدھر فرضا ، فھذا النوع صومه أفضل التطوع مطلقا ، والمطلق أفضله المحرم اھـ(فیض القدیر للمناوی، تحت حدیث رقم ۱۲۷۴)

[۱] حدیث نمبر ۲۸۰۳، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثة أیام من کل شھر الخ، واللفظ لهٗ، ابوداؤد حدیث نمبر ۲۴۲۷، ترمذی حدیث نمبر ۶۸۳، ابنِ ماجة حدیث نمبر ۱۷۲۸، مسند احمد حدیث نمبر ۲۲۵۳۰.

ترجمہ: اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ عرفہ کے دن کا روزہ رکھنا، عاشوراء کے دن کے روزہ سے افضل ہے، اوراس فرق کی حکمت کے سلسلہ میں کہا گیا ہے کہ عاشوراء (کے) دن کا (روزہ) تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہے، اورعرفہ کا دن نبی ﷺ کی طرف منسوب ہے، پس اسی وجہ سے عرفہ کے دن کا روزہ زیادہ فضیلت کا باعث ہے (ترجمہ ختم)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشورہ کے دن کا روزہ حضور ﷺ سے پہلے کئی انبیائے کرام علیہم السلام نے بھی رکھا ہے۔ [1]

---

[1] حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ ، عَنِ الْهَجَرِيِّ ، عَنْ أَبِي عِيَاضٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم :يَوْمُ عَاشُورَاءَ يَوْمٌ كَانَتْ تَصُومُهُ الأَنْبِيَاءُ ، فَصُومُوهُ أَنْتُمْ(مصنف ابنِ ابی شیبة حدیث نمبر ۹۴۴۶، کتاب الصیام، باب ما قالوا فی صوم یوم عاشوراء)

قال المناوی:(صوموایوم عاشوراء)فأن فضیلته عظیمة وحرمته قدیمة (یوم کانت الأنبیاء تصومه) فصوموه .قال ابن رجب :صامه نوح وموسی وغیرهماوقد کان اهل الکتاب یصومونه وکذااهل الجاهلیة فأن قریشاکانت تصومه ومن اعجب ماورد انه کان یصومه الوحش والهوام فقد أخرج الخطیب فی التاریخ مرفوعاًان الصرد والطیرصام عاشوراء قال ابن رجب :سنده غریب وقد روی ذلک عن ابی هریرة اه وروی عن الخلیفة القادربالله انه کان یبعث الخبز للنمل کل یوم فناکله ألایوم عاشوراء. (ش عن ابی هریرة)رمز لصحته(فیض القدیر للمناوی،الجزء الرابع،حرف الصاد الحدیث رقم۵۰۶۷)

وقال ابن حجر: رواه أبو بکر بن أبی شیبة بسند ضعیف لضعف إبراهیم الهجری(اتحاف الخیرة المهرة،کتاب الصوم، باب صوم یوم عاشوراء)

وقال ایضا:إبراهیم بن مسلم العبدی أبو إسحاق الهجری بفتح الهاء والجیم یذکر بکنیته لین الحدیث رفع موقوفات من الخامسة (تقریب التهذیب ج ۱ ص ۶۶)

وقال المزی:قال علی ابن المدینی عن سفیان بن عُيَيْنَة :کان إبراهیم الهجری یسوق الحدیث سیاقة جیدة علی ما فیه .وَقَال إبراهیم بن بشار الرمادی عن سفیان :رأیت إبراهیم الهجری وقد أقاموه فی الشمس یستخرج منه شیء ، وکان یلعب بالشطرنج.وَقَال عَبد الله بن محمد المسندی عن سفیان : إنه کان یضعف إبراهیم الهجری .وَقَال عبد الرحمن بن بشر بن الحکم عن سفیان :أتیت إبراهیم الهجری ، فدفع إلی عامة کتبه ، فرحمت الشیخ ، فأصلحت له کتابه.قلت :هذا عن عَبد الله ، وهذا عن النبی ﷺ، وهذا عن عُمَر .وَقَال محمد بن المثنی :ما سمعت یحیی یحدث عن سفیان عن الهجری .وکان عبد الرحمن یحدث عن سفیان عنه.وَقَال عَباس الدُّورِيُّ عن یحیی بن مَعِین :ضعیف لیس بشیء .وَقَال أبو حاتم لین الحدیث لیس بقوی.وَقَال النَّسَائی :ضعیف.وَقَال أبو أحمد بن عدی :وأحادیثه عامتها مستقیمة المتن ،وإنما أنکروا علیه کثرة روایته عَن أبی الأَحوص ، عن عَبد الله ، وهو عندی ممن یکتب حدیثه(تهذیب الکمال ج۲ ص۲۰۳تا۲۰۶)

Idara Ghufran

وضاحت: علمائے کرام کی تحقیق کے مطابق اس روزہ سے صغیرہ گناہوں کی بخشش ہوتی ہے۔ [۱] اور صغیرہ گناہوں کی بخشش بھی بہت بڑی نعمت ہے، اور کبیرہ گناہوں کے لئے توبہ ضروری ہے۔

تنہا دس محرم کا روزہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

حِيْنَ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ ، وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ ، قَالُوْا ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّـهٗ يَوْمٌ تُعَظِّمُهُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَاِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ قَالَ فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ حَتّٰى تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (مسلم) [۲]

ترجمہ: جس وقت رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن روزہ رکھا، اور صحابہ کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا، تو صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ؟ یہ ایسا دن ہے کہ یہود ونصاریٰ اس کی بہت تعظیم کرتے ہیں (اور روزہ رکھ کر ہم اس دن کی تعظیم کرنے میں یہود ونصاریٰ کی موافقت کرنے لگتے ہیں جبکہ ہمارے اور ان کے دین میں بڑا فرق ہے) آپ نے فرمایا کہ آئندہ سال انشاء اللہ تعالیٰ ہم نویں تاریخ کو (بھی) روزہ رکھیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آئندہ سال محرم سے پہلے ہی (ربیع الاول میں) آپ کا وصال ہوگیا (ترجمہ ختم)

آپ ﷺ نے یہود کی مخالفت کا ارادہ فرمالیا تھا لیکن اس کے بعد اگلے سال محرم کے آنے سے پہلے ہی ربیع الاول میں آپ ﷺ کا وصال ہوگیا، اور آپ کا یہ ارادہ فرمانا بھی عمل کے درجہ میں تھا۔ [۳]

متقدمین ومتاخرین جمہور علماء کے نزدیک عاشوراء کا دن دس محرم کا دن ہے۔

---

[۱] (والمراد الصغائرلان یوم عرفة سنة المصطفیٰ ﷺ ویوم عاشوراء سنة موسیٰ فجعل سنة نبینا ﷺ تضاعف علیٰ سنة موسیٰ فی الاجر)(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج۴،باب حرف الصاد)

[۲] حدیث نمبر ۲۷۲۲، کتاب الصیام،باب أی یوم یصام فی عاشوراء ،واللفظ لهٗ،وحدیث نمبر ۲۷۲۳، ابو داؤد حدیث نمبر ۲۴۴۷،المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۱۰۶۳۴ ،شعب الایمان حدیث نمبر ۳۵۰۶، تهذیب الآثار للطبری حدیث نمبر ۱۰۹۳ ،ابنِ ماجه حدیث نمبر ۱۷۲۶.

[۳] قال الطیبی لم یعش رسول الله إلی القابل بل توفی فی الثانی عشر من ربیع الأول فصار الیوم التاسع من المحرم صومه سنة وإن لم یصمه لأنه عزم علی صومه (مرقاة، کتاب الصوم، باب صیام التطوع)

Idara Ghufran

اوراس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے یہود کی مخالفت کی غرض سے تنہا دس محرم کا روزہ رکھنے کا ارادہ ترک فرما کرآئندہ سال دس محرم کے ساتھ نویں کا روزہ رکھنے کا ارادہ فرمایا تھا۔

اور اگر دسویں محرم کے ساتھ نویں کے بجائے گیارہویں تاریخ کا روزہ ملا لیا جائے، تب بھی کوئی حرج نہیں، اس کی تائید اور وضاحت خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دوسری روایات سے ہوتی ہے، کما سیجیئ۔ [۱]

---

[۱] وذهب جماهير العلماء من السلف والخلف :إلى أن عاشوراء هو اليوم العاشر من المحرم ، وممن قال ذلك :سعيد بن المسيب ، والحسن البصرى ، ومالك وأحمد وإسحاق ، وخلائق ، وهذا ظاهر الأحاديث ، ومقتضى اللفظ ،وأما تقدير أخذه من (الإظماء) فبعيد ، ثم إن حديث ابن عباس الثانى يرد عليه ؛ لأنه قال : إن النبى صلى الله عليه وسلم كان يصوم عاشوراء فذكروا أن اليهود والنصارى تصومه ، فقال :إنه فى العام المقبل يصوم التاسع ، وهذا تصريح بأن الذى كان يصومه ليس هو التاسع ، فتعين كونه العاشر ، قال الشافعى وأصحابه وأحمد وإسحاق وآخرون :يستحب صوم التاسع والعاشر جميعا ؛ لأن النبى صلى الله عليه وسلم صام العاشر ، ونوى صيام التاسع ، وقد سبق فى صحيح مسلم فى كتاب الصلاة من رواية أبى هريرة أن النبى صلى الله عليه وسلم قال " :أفضل الصيام بعد رمضان شهر الله الحرام "قال بعض العلماء :ولعل السبب فى صوم التاسع مع العاشر ألا يتشبه باليهود فى إفراد العاشر .وفى الحديث إشارة إلى هذا ، وقيل : للاحتياط فى تحصيل عاشوراء ، والأول أولى ، والله أعلم (شرح النووى علىٰ مسلم ، كتاب الصيام،باب أى يوم يصام فى عاشوراء)

ثم ما هم به من صوم التاسع يحتمل معناه أنه لا يقتصر عليه بل يضيفه إلى اليوم العاشر أما احتياطا له وأما مخالفة لليهود والنصارى وهو الارجح وبه يشعر بعض روايات مسلم ولأحمد من وجه آخر عن بن عباس مرفوعا صوموا يوم عاشوراء وخالفوا اليهود صوموا يوما قبله أو يوما بعده وهذا كان فى آخر الأمر وقد كان صلى الله عليه و سلم يحب موافقة أهل الكتاب فيما لم يؤمر فيه بشيء ولا سيما إذا كان فيما يخالف فيه أهل الأوثان فلما فتحت مكة واشتهر أمر الإسلام أحب مخالفة أهل الكتاب أيضا كما ثبت فى الصحيح فهذا من ذلك فوافقهم أو لا وقال نحن أحق بموسى منكم ثم أحب مخالفتهم فأمر بان يضاف إليه يوم قبله ويوم بعده خلافا لهم ويؤيده رواية الترمذى من طريق أخرى بلفظ أمرنا رسول الله صلى الله عليه و سلم بصيام عاشوراء يوم العاشر وقال بعض أهل العلم قوله صلى الله عليه و سلم فى صحيح مسلم لئن عشت إلى قابل لأصومن التاسع يحتمل أمرين أحدهما أنه أراد نقل العاشر إلى التاسع والثانى أراد أن يضيفه إليه فى الصوم فلما توفى صلى الله عليه و سلم قبل بيان ذلك كان الاحتياط صوم اليومين وعلى هذا فصيام عاشوراء على ثلاث مراتب ادناها أن يصام وحده وفوقه أن يصام التاسع معه وفوقه أن يصام التاسع والحادى عشر والله أعلم(فتح البارى لابنِ حجر، باب صيام يوم عاشوراء)

(لئن بقيت)فى رواية لئن عشت (الىٰ قابل)اى عشت الى المحرم الأتى (لاصومن)اليوم (التاسع) مع عاشوراء مخالفة لليهود فلم يأت المحرم القابل حتىٰ مات فيسن صومه وان لم يصمه لان ماعزم عليه فهو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عطاء سے صحیح سند کے ساتھ روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے عاشوراء کے دن کے بارے میں یہ ارشاد سنا:

خَالِفُوْا الْيَهُوْدَ وَصُوْمُوْا التَّاسِعَ وَالْعَاشِرَ (مصنف عبدالرزاق) ۱؎

ترجمہ: تم یہود کی مخالفت کرو اور نویں اور دسویں تاریخ کا روزہ رکھو (ترجمہ ختم)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے جو یہود کی مخالفت کی وجہ سے آئندہ سال نویں تاریخ کا روزہ رکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا، اس سے مراد دسویں کے ساتھ نویں تاریخ کا روزہ رکھنا تھا۔

اور اس کی تائید بعض مرفوع احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ ۲؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

سنة،قال التوربشتی ،ارادان یضم الیه یوماً آخر لیکون هدیته مخالفاًلهدی اهل الکتاب لانهٔ وقع موقع الجواب لقولهم لانهٔ یوم یعظمه الیهود(م.٥ عن ابن عباس)ورواه عنه البیهقی بلفظ لامرن بصیام یوم قبله ویوم بعده (فیض القدیر للمناوی ج۵،باب حرف اللام)

فثبت بهذا الحدیث ماذ کرنا ہ ان رسول ا للہ ﷺ انما ارادبصوم یوم التاسع ان یدخل صومه یوم عاشوراء فی غیره من الصیام حتی لایکون مقصود ا الی صومه بعینه کما جاء عنه فی صوم یوم الجمعة (طحاوی ج ا ص ۳۶۶)

وما نسب الی ابن عباس من القول بالتاسع فمنشاؤه روایة عند مسلم والترمذی و هذا لیس بصحیح فانه مؤول بصومه مع العاشر، لانه عاشوراء جمعا بین کل ماروی عن حبر الامة وبحرها موقوفا ومرفوعا واشتقاق العاشوراء من العشر وعلیه ائمة اللغة(معارف السنن ج ۵ ص ۴۳۸، ۴۳۹، کذافی النووی ج ا ص ۳۵۹)

ایک حدیث میں ’’ ثُمَّ اَصْبَحَ مِنْ يَوْمِ التَّاسِعِ صَائِمًا‘‘ کے الفاظ ہیں اس جملے میں کلمہ ’’مِنْ‘‘ ابتداء کے لئے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نویں تاریخ سے روزے کی ابتداء کی جائے (حاشیہ درس ترمذی)

۱؎ حدیث نمبر ۷۸۳۹، واللفظ لهٔ، شعب الایمان حدیث نمبر ۳۵۰۹، سنن البیهقی حدیث نمبر ۸۶۶۵،شرح معانی الآثار حدیث نمبر ۳۳۰۲،ترمذی تحت حدیث رقم ۶۸۶ ، کتاب الصوم، باب ماجاء عاشوراء ای یوم هو.

۲؎ فَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَدْ صَرَفَ قَوْلَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :لَئِنْ عِشْتُ إِلَى قَابِلٍ لَأَصُومَنَّ يَوْمَ التَّاسِعِ "إِلَى مَا صَرَفْنَاهُ إِلَيْهِ، وَقَدْ جَاءَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ أَيْضًا(شرح معانی الآثار ،تحت حدیث رقم ۳۳۰۲)

حَدَّثَنَا فَهْدٌ ,قَالَ :ثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ ,قَالَ :ثنا أَبُو شِهَابٍ ,عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى ,فَذَكَرَ بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ فَثَبَتَ بِهَذَا الْحَدِيثِ مَا ذَكَرْنَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا أَرَادَ بِصَوْمِ يَوْمِ التَّاسِعِ أَنْ يَدْخُلَ صَوْمُهُ يَوْمَ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: صُوْمُوْا یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، وَخَالِفُوْا فِیْہِ الْیَھُوْدَ، صُوْمُوْا قَبْلَہٗ یَوْمًا، أَوْ بَعْدَہٗ یَوْمًا (مسند احمد) ۱؎

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم عاشوراء کا روزہ رکھو، اور یہود کی مخالفت کرو، اور اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا بھی روزہ رکھو (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ "لَئِنْ بَقِیْتُ لَأٰمُرَتُ بِصِیَامِ یَوْمٍ قَبْلَہٗ أَوْ بَعْدَہٗ یَعْنِیْ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ " (شعب الایمان) ۲؎

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال بقیدِ حیات رہا تو عاشوراء کے دن کے ساتھ ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا روزہ رکھنے کا حکم دوں گا (ترجمہ ختم)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عَاشُورَاءَ فِی غَیْرِهِ مِنَ الصِّیَامِ ,حَتَّی لَا یَکُونَ مَقْصُودًا إِلَی صَوْمِهِ بِعَیْنِهِ .کَمَا جَاءَ عَنْهُ فِی صَوْمِ یَوْمِ الْجُمُعَةِ(شرح معانی الآثارتحت حدیث رقم ۳۳۰۴)

وَرُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ صُومُوا التَّاسِعَ وَالْعَاشِرَ وَخَالِفُوا الْیَهُودَ وَبِهَذَا الْحَدِیثِ یَقُولُ الشَّافِعِیُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَقُ(ترمذی تحت حدیث رقم ۶۸۶، کتاب الصوم، باب ماجاء عاشوراء ای یوم هو)

۱؎ حدیث نمبر ۲۱۵۴،واللفظ لهٗ، شرح معانی الآثار حدیث نمبر ۳۳۰۳.

۲؎ حدیث نمبر ۳۵۱۰، کتاب الصوم، باب صوم التاسع مع العاشر.

قال البیهقی:

قَالَ سُفْیَانُ " :سَمِعَ ابْنُ أَبِی لَیْلَی هَذَا الْحَدِیثَ مِنْ دَاوُدَ فِی زَمَنِ بَنِی أُمَیَّةَ "(حواله بالا)

وفی حاشیة مسنداحمد:

وأخرجه ابن خزیمة(2095) ، وابن عدی 3/956، والبیهقی 4/287من طریق هشیم، بهذا الإسناد.

وأخرجه البزار(1052کشف الأستار) ، والطحاوی 2/78من طرق عن محمد بن عبد الرحمن بن أبی لیلی، به.وأخرجه الحمیدی (485) ، ومن طریقه البیهقی 4/287عن سفیان بن عیینة، عن محمد بن عبد الرحمن بن أبی لیلی، بلفظ" :لئن بقیت لآمرن بصیام یوم قبله أو یوم بعد یوم عاشوراء "، وبهذا اللفظ أخرجه ابن عدی فی "الکامل 3/956 "من طریق عباس بن یزید البحرانی، عن سفیان بن عیینة، عن ابن حی، عن داود بن علی، به.وأخرجه ابن عدی 3/956من طریق الحارث بن النعمان بن سالم، عن سفیان -وهو الثوری -عن داود بن علی، به مختصراً "صوموا عاشوراء ."وأخرجه عبد الرزاق (7839) ، والطحاوی 2/78، والبیهقی 4/287من طریق ابن جریج، عن عطاء ، عن ابن عباس، قال :صوموا التاسع والعاشر وخالفوا الیهود .

وهذاإسناده صحیح موقوف .وانظر ما سیأتی برقم (3213)(حاشیة مسند احمد)

Idara Ghufran

اس حدیث کی سند میں اگرچہ کچھ ضعف پایا جاتا ہے، لیکن اس کی تائید خود حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے صحیح سند کے ساتھ مروی ارشاد مبارک سے ہوتی ہے، اس لئے اس کی سند میں ضعف ہونا نقصان دہ نہیں۔

بعض اہلِ علم حضرات نے اس موقع پر فرمایا کہ:

عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن روزہ رکھنے کے سلسلہ میں مختلف قسم کی وارد ہونے والی احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ بالکل شروع میں مکہ مکرمہ میں دس محرم کا روزہ رکھا کرتے تھے مگر دوسروں کو اس کا حکم نہیں دیتے تھے پھر جب آپ مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو آپ نے اہلِ کتاب کو اس دن کی تعظیم اور روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے بھی روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی اس روزہ کی تاکید فرمائی پھر جب رمضان کے روزے فرض ہوگئے تو اس روزہ کی تاکید ختم کردی گئی اور پھر آپ ﷺ نے آخری عمر میں یہودیوں کی مخالفت کی غرض سے دس محرم کے ساتھ ایک روزہ اور ملانے کا پختہ ارادہ ظاہر فرمایا۔ [۱]

آپ ﷺ ابتدائے اسلام میں ان باتوں میں جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نازل نہیں ہوتا تھا اہلِ کتاب (یہود ونصاریٰ) کی موافقت کو پسند فرماتے تھے، جس میں بہت سی حکمتیں تھیں لیکن بعد میں یہ بات منسوخ اور ختم ہوگئی اور اہلِ کتاب کی مخالفت کا قولاً اور فعلاً اہتمام کیا جانے لگا تھا، جو بہت سی وجہ سے ضروری تھا (خصائلِ نبوی بتغیر) [۲]

---

[۱] (صوموا يوم عاشوراء وخالفوا فيه اليهود صوموا قبله يوما وبعده يوماً) اتفقوا على ندب صومه. قال النووى: كان النبى ﷺ يصومه بمكة فلما هاجر وجد اليهود يصومونه فصامه بوحى او اجتهاد لا باخبارهم وقال ابن رجب: ويتحصل من الاخبار انه كان للنبى ﷺ اربع حالات كان يصومه بمكة ولا يأمر بصومه فلما قدم المدينة وجد اهل الكتاب يصومونه ويعظمونه وكان يحب موافقتهم فيما لم يؤمر فيه فصامه وأمر به وأكد فلما فرض رمضان ترك التاكيد ثم عزم فى آخر عمره ان يضم اليه يوماً آخر مخالفة لأهل الكتاب (فيض القدير، شرح الجامع الصغير للأمام المناوى، الجزء الرابع، حرف الصاد، الحديث رقم ۵۰۶۸)

قال المناوى بعد نقل هذا الحديث: فيه محمد بن ابى ليلى وفيه كلام كثير اه وفيه ايضاً داود بن على الهاشمى قال فى الميزان: ليس بحجة ثم ساق له هذا الخبر (فيض القدير، شرح الجامع الصغير للأمام المناوى، الجزء الرابع، حرف الصاد، الحديث رقم ۵۰۶۸)

[۲] قال الحافظ رحمه الله وهذا كان فى آخر الامر وقد كان ﷺ يحب موافقة اهل الكتاب فيما لم يؤمر فيه بشيئ ولاسيما اذا كان فيما يخالف فيه اهل الاوثان فلما فتحت مكة واشتهر امر الاسلام أحب مخالفة اهل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

آپ کے ان ارشادات کے پیشِ نظر دس محرم کا روزہ رکھنا یہودیوں کی مشابہت سے خالی نہ تھا اور اس کو چھوڑ دینا بھی اس کے فضائل اور برکات سے محرومی کا باعث ہوتا لہٰذا فقہاء کرام ان ارشادات کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ تنہا دس محرم کا روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی (یعنی خلافِ اولیٰ) ہے۔ ۱؎

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الکتاب ایضاً کما ثبت فی الصحیح فهذا من ذلک فوافقهم اولاً وقال نحن احق بموسٰی منکم ثم أحب مخالفتهم فأمر بان یضاف الیه یوم قبله ویوم بعده خلافاً لهم (فتح الملهم ج ۳ ص ۱۴۶ للعلامه شبیر احمد عثمانی رحمه الله)قال النووی واختلفوا فی تأویل موافقة أهل الکتاب فیما لم ینزل علیه فیه شئ فقیل فعله ائتلافا لهم فی اول الاسلام وموافقة لهم علی مخالفة عبدة الاصنام فلما أغناه الله تعالیٰ عن ذالک وأظهر الاسلام علی الدین کله خالفهم فی امور منها(مرقاة ج۸ص ۲۹۳ باب الترجل)قال القرطبی وجه موافقتهم کان فی اول الأمر عند قدومه المدینة فی الوقت الذی کان یستقبل قبلتهم فیه لتألفهم فلما لم ینفع فیهم ذالک وغلبت علیهم الشقوة أمر بمخالفتهم فی امور کثیرة (المواهب اللدنية علی الشمائل المحمدية ص ۴۸)

۱؎ اس موقع پر بعض اہل علم حضرات کا کہنا یہ ہے کہ:

''ہمارے زمانے میں چونکہ یہود و نصاریٰ وغیرہ یوم عاشوراء (دسویں محرم) کو روزہ نہیں رکھتے، بلکہ ان کا کام بھی قمری مہینوں کے حساب سے نہیں ہوتا، اس لئے اب کسی اشتراک اور تشابہ کا سوال ہی نہیں رہا، لہٰذا فی زماننا رفع تشابہ کے لئے نویں یا گیارہویں کا روزہ رکھنے کی ضرورت نہ ہونی چاہئے'' (معارف الحدیث بلفظہٖ ج۴ ص۱۷۱)

اس سلسلہ میں ادب کے ساتھ عرض ہے کہ خواہ اب یہود و نصاریٰ کے ساتھ یہ تشبہ نہ پایا جا رہا ہو تب بھی حضور ﷺ کے ارشادات وفرمودات کی اتباع کا تقاضا یہی ہے کہ ان پر عمل کیا جائے ''لانهٗ منصوص'' جیسا کہ چودہ سو سال سے امت کا اس پر عمل چلا آرہا ہے ، ورنہ اس سے تو بہت سے اسلامی احکام میں تغیر پیدا کرنے کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔

وفی الجملة الاقتداء به سنة لاحتمال بقاء االمعنی الذی فعله من اجله ولانه قد یفعل الشی ء لمعنی ویبقی فی حق غیره سنة مع زوال المعنی کالرمل والاضطباع فی طواف القدوم فعله واصحابه لاظهار الجلد للکفار وبقی سنة بعد زوالهم(المغنی لابن قدامه ج ۲ ص ۲۴۹و ۲۵۰ باب صلوٰة العیدین)

پھر ضروری نہیں کہ تمام یہود و نصاریٰ آج کل اس پر عمل نہ کرتے ہوں کیونکہ یہ ثابت کرنا مشکل ہے (کذا فی فتاویٰ رحیمیہ ج۵ ص۱۹۷) یا آئندہ کسی بھی وقت اس پر عمل نہ کریں یا ان کے اصل مذہب میں بھی یہ بات نہ ہو، جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ یہود و نصاریٰ وغیرہ قمری تاریخوں کا استعمال نہیں کرتے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہود و نصاریٰ کے لئے آج کے دور میں دس محرم کے دن کا حساب قمری تاریخ کے اعتبار سے کرنا ممکن بھی نہیں، جیسا کہ عام طور پر مسلمانوں نے قمری تاریخوں کا استعمال چھوڑا ہوا ہے لیکن اس کے باوجود قمری تاریخوں سے متعلق اسلامی احکام (مثلاً رمضان، عیدین وغیرہ) قمری حساب سے ہی معلوم اور طے کیے جاتے ہیں۔

جناب عبدالقدوس ہاشمی صاحب لکھتے ہیں:

''مگر مذہبی امور کے لئے قمری حساب کسی نہ کسی قدر باقی رکھا گیا۔ مثلاً نصاریٰ کا ایسٹر ہندوؤں کی دیپاولی اور یہودیوں کا صوم کبور (یعنی عاشوراء) اب بھی قمری حساب سے ہوتے ہیں۔ باقی کاروباری ضرورتوں کے لئے شمسی سال رائج ہوگیا'' (تقویم تاریخی) محمد رضوان

پس بہتر و مستحب یہ ہے کہ دس محرم کے ساتھ ایک دن پہلے یعنی نویں تاریخ کا ایک روزہ اور ملالیا جائے اور اگر ایک دن پہلے کوئی روزہ نہ رکھ سکے تو ایک دن بعد کا ایک روزہ اس کے ساتھ اور ملالیا جائے تا کہ یہودیوں کی مخالفت بھی ہوجائے اور اس دن کے روزہ کی فضیلت بھی حاصل ہوجائے۔ ۱ے

مسئلہ:......دس محرم کے روزے کے احکام وہی ہیں جو دوسرے نفل روزوں کے ہیں۔

(ماخوذ از: ''ماہِ محرم کے فضائل واحکام''، اشاعتِ چہارم، صفحہ ۴۵ تا ۴۸، وصفحہ ۵۴ تا صفحہ ۶۱)

۱ے وعلى هذا فصيام عاشوراء على ثلاث مراتب ادناها أن يصام وحده وفوقه أن يصام التاسع معه وفوقه أن يصام التاسع والحادى عشر والله أعلم(فتح البارى لابنِ حجر، باب صيام يوم عاشوراء)

وبهٰذاالاحاديث القولية والفعلية اتفق العماء على استحباب صيام يوم عاشوراء بل سنيته لثبوت المواظبة النبوية عليه ،واستحباب ان يضم معه صوم يوم التاسع اوالحادى عشر(الاثار المرفوعة فى الاخبار الموضوعة ص۷۷،بضمن رسائل الكنوى ج۵)

وتنزيها كعاشوراء وحده اى مفرداعن التاسع او عن الحادى عشر امداد لانه تشبه باليهود محيط ...... وهذه العلة تفيد كراهة التحريم الا ان يقال انما تثبت بقصد التشبه كمامر نظيره ط(شامى ج ۲ ص ۳۷۵)

ويستحب ان يصوم يوم عاشوراء بصوم يوم قبله اويوم بعده ليكون مخالفا لاهل الكتاب ونحوه فى البدائع (شامى ، كتاب الصوم سبب صوم رمضان)

قال بعض العلماء :ولعل السبب فى صوم التاسع مع العاشر ألا يتشبه باليهود فى إفراد العاشر . وفى الحديث إشارة إلى هذا ، وقيل :للاحتياط فى تحصيل عاشوراء ، والأول أولى ، والله أعلم (شرح النووى علىٰ مسلم،كتاب الصيام، باب اى يوم يصام فى عاشوراء)

قلت :قال الحافظ فى الفتح :ولأحمد مرفوعا عن ابن عباس :صوموا يوم عاشوراء ، خالفوا اليهود ، صوموا يوما قبله أو يوما بعده ، وهذا كان فى آخر الأمر ، وقد كان صلى الله عليه وسلم يحب موافقة أهل الكتاب فيما لم يؤمر فيه بشىء ولا سيما إذا كان فيما يخالف فيه أهل الأوثان ، فلما فتحت مكة واشتهر أمر الإسلام أحب مخالفة أهل الكتاب أيضا كما ثبت فى الصحيح ، فهذا من ذلک ، فوافقهم أولا وقال " :نحن أحق بموسى منكم "، ثم أحب مخالفتهم فأمر بأن يضاف إليه يوم قبله ويوم بعده خلافا لهم انتهى (تحفة الاحوذى، كتاب الصوم،باب ماجاء عاشوراء اى يوم هو)

قوله :(فأنا أحق بموسى منكم) لقوله تعالى :(فبهداهم اقتده) .وعلم بهذا أن المطلوب منه الموافقة لموسى لا الموافقة لليهود فلا يشكل أنه يجب مخالفة اليهود لا موافقتهم على أنه كان فى أول الأمر يجب موافقتهم لتأليفهم ثم علم منهم إصرارهم على الكفر وعدم التأثير للتأليف فيهم ترک موافقتهم ومال إلى مخالفتهم ، ولهذا عزم على المخالفة فى آخر الأمر بضم اليوم الثانى إلى صوم عاشوراء كما ثبت والله تعالى أعلم(حاشية السندى على البخارى،باب صيام يوم عاشوراء)

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

دس محرم کو اہل وعیال پر وسعت کرنا

ابنِ عبدالبر اپنی سند کے سات حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ وَسَّعَ عَلٰى نَفْسِهٖ وَأَهْلِهٖ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ سَائِرَ سَنَتِهٖ .قَالَ جَابِرٌ جَرَّبْنَاهُ فَوَجَدْنَاهُ كَذٰلِكَ (الاستذكار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار، كتاب الصيام ،باب صيام يوم عاشوراء)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ارشاد فرما رہے تھے کہ جو اپنے آپ پر اور اپنے گھر والوں پر عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن (کھانے پلانے میں) وسعت (کشادگی وفراخی) کرے گا، اللہ تعالیٰ اس پر پورے سال وسعت (کشادگی وفراخی) فرمائیں گے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا، تو اس کو اپنے تجربہ میں اسی طرح پایا (ترجمہ ختم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اپنی سند کے ساتھ امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی روایت کی ہے۔ [1]

اور ابنِ عبدالبر کی سند سے روایت کردہ حدیث کو بعض محدثین نے سند کے لحاظ سے صحیح، بلکہ صحیح مسلم کی شرط کے مطابق قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدَانَ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْغِفَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ ابْنُ أَخِي مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ وَسَّعَ عَلَى أَهْلِهِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَسَّعَ اللهُ عَلَى أَهْلِهِ طُولَ سَنَتِهِ " . "هَذَا إِسْنَادٌ ضَعِيفٌ وَرُوِيَ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ كَمَا " (شعب الايمان للبيهقي حديث نمبر ٣٥١٢)

قلت: وهذا اسناد ضعيف،فان فيه محمد بن يونس الكديمي .بل عند البعض متهم بالكذب.

[2] وقال الحافظ ابو الفضل العراقي في اماليه .... وله طريق عن جابر على شرط مسلم اخرجها ابن عبد البر في الاستذكار من رواية ابي الزبير،وهو اصح طرقه(كشف الخفاء ومزيل الالباس للعجلوني، ج ٢ ص ٣٧٥)

وله طريق عن جابر على شرط مسلم اخرجها ابن عبد البر في الاستذكار من رواية ابي الزبير عنه،وهي اصح

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

البتہ بعض نے اس حدیث کی سند پر کلام کیا ہے، اوراس کو منکر کہا ہے۔ ۱؎
مگر واقعہ یہ ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے، بالخصوص جبکہ اس کی تائید دیگر احادیث وآثار سے بھی ہوتی ہے، اس مضمون کو منکر قرار دینے کے کوئی معنیٰ نہیں۔ ۲؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

طرقہ(المقاصد الحسنة فی بيان كثير من الاحاديث المشتهرة على الألسنة للسخاوی حرف الميم،ص ۴۳۸)

والحديث جابر طريق آخر غير الذى اخرجه منه البيهقى وهو على شرط مسلم اخرجه ابن عبد البر فى الاستذكار من حديث شعبة عن ابى الزبير عن جابر فذكره ثم قال قال جابر جربناه فوجدناه كذالک وقال ابو الزبير مثله وقال شعبة مثله(تنزيه الشريعة المرفوعة عن الاحاديث الشنيعة الموضوعة للكنانى ج۲ص۱۵۷،۱۵۸)

قال (ای العراقى)وله طرق عن جابر على شرط مسلم اخرجها ابن عبدالبرفى الاستذكار من رواية ابى الزبير عنه وهى اصح طرقه (الموضوعات الكبير ص ۱۲۷ حرف الميم)

قلت قال العراقى له طرق صحح بعضهاوبعضها على شرط مسلم:قال البيهقى اسانيده الضعيفة احدثت قوة بانضمام وكذا فى المقاصد(تذكرة الموضوعات للامام الطاهر الفتنى ص۱۱۸)

۱؎ چنانچہ لسان المیزان میں اس حدیث کے ایک راوی ابوخلیفہ فضل بن حباب کے بارے میں پہلے تو ابوعلی خلیلی سے ان کی کتب کا جل جانا بیان کیا گیا، اور پھر اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اس کو منکر قرار دیا گیا، اوراس کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ ابوخلیفہ فضل بن حباب سے اس حدیث کو روایت کرنے والے راوی ابنِ احمر یعنی محمد بن معاویہ نے شاید ان سے ان کی کتب جلنے کے بعد سماعت کی ہو۔ملاحظہ ہو اس سلسلہ میں لسان المیزان کا کلام:

وقال أبو على الخليلى :احترقت كتبه منهم من وثقه ومنهم من تكلم فيه وهو إلى التوثيق أقرب.........قلت :روى عنه ابن عبد البر فى الاستذكار من طريقه حدثنا منكراً جداً ما أدرى من الآفة فيه قال ابن عبد البر :أخبرنا أحمد بن قاسم ومحمد بن إبراهيم ومحمد بن حكم قالوا : حدثنا محمد بن معاوية حدثنا الفضل بن الحباب حدثنا هشام بن عبد الملک الطيالسى حدثنى شعبة عن أبى الزبير عن جابر رضى الله عنه قال :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "من وسع على نفسه واهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سننه ."قال :جابر جربناه فوجدناه كذلک وقال أبو الزبير :مثله وقال شعبة :مثله وشيوخ ابن عبد البر الثلاثة موثقون وشيخهم محمد بن معاوية هو ابن الأحمر راوى السنن عن النسائى وثقه بن حزم وغيره فالظاهر أن الغلط فيه من أبى خليفة فلعل بن الأحمر سمعه منه بعد احتراق كتبه والله أعلم(لسان الميزان لابن حجر العسقلانى، باب من اسمه الفضل، تحت ترجمة الفضل بن الحباب بن محمد بن شعيب بن عبد الرحمن أبو خليفة الجمحى)

۲؎ چنانچہ صرف ابوعلی خلیلی کے کلام کی بنیاد پر لسان المیزان میں مذکور احتمال کی وجہ سے اس حدیث کو منکر قرار دینا درست نہیں، کیونکہ ابوخلیفہ کی اکثر محدثین نے توثیق فرمائی ہے، اوران کو اپنے وقت کا شیخ اورامام، علامہ، محدث وغیرہ قرار دیا ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

چنانچہ دس محرم کے بارے میں اسی طرح کی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أبو خليفة الامام العلامة، المحدث الاديب الاخبارى، شيخ الوقت، أبو خليفة، الفضل بن الحباب، واسم الحباب :عمرو بن محمد بن شعيب، الجمحى البصرى الاعمى.
ولد فى سنة ست ومئتين، وعنى بهذا الشأن وهو مراهق، فسمع فى سنة عشرين ومئتين، ولقى الاعلام، وكتب علما جما..........توفى أبو خليفة فى شهر ربيع الآخر، أو فى الذى يليه، سنة خمس وثلاث مئة بالبصرة(سير اعلام النبلاء ج۱۴ ص۷)
الفضل بن الحباب بن محمد بن صخر بن عبد الرحمن الجمحى أبو خليفة واسم أبيه عمرو والحباب لقبه يروى عن أبى الوليد الطيالسى مات سنة خمس وثلاثمائه وكان مولده سنة سبع ومائتين(كتاب الثقات لابن حبان ج۹ ص۸،۹)
أبو خليفة الامام الثقة محدث البصرة الفضل بن الحباب الجمحى البصرى ......وكان محدثا صادقا مكثرا عن طبقة الوقت(تذكرة الحفاظ ج۲ ص۶۷۰، ۶۷۱)
الفضل بن الحباب، أبو خليفة الجمحى .مسند عصره بالبصرة .... وكان ثقة عالما(ميزان الاعتدال ج۳ص ۳۵۰)
الفضل بن الحباب بن محمد بن شعيب .أبو خليفة الجمحى البصرى .رحلة الآفاق فى زمانه . اسم أبيه عمرو، ولقبه :الحباب......وكان محدثاً ثقة، مكثراً راوية للأخبار والأدب، فصيحاً مفوهاً(تاريخ الاسلام للذهبى، ج۲۳ ص۱۶۶ ،حرف الفاء)

اور جناب ناصر الدین البانی صاحب نے اپنی کتاب ''تمام المنہ'' میں اس حدیث کے اندر ایک علت ابوالزبیر راوی کا عنعنہ ہونا اور ان کا مدلس ہونا بیان کی ہے۔
لیکن کیونکہ دیگر احادیث اور حضرت جابر اور ابوالزبیر اور شعبہ اور حضرت سفیان اور یحییٰ بن سعید اور ابراہیم بن محمد بن منتشر وغیرہ سے یومِ عاشوراء میں توسیعِ عیال اور اس پر مرتب ہونے والے ثمرہ کا ثبوت موجود ہے، اس لئے یہ عنعنہ نقصان دہ نہیں۔

قال جابر جربناه فوجدناه كذلک......وقال أبو الزبير وقال شعبة مثله ......قال يحيى بن سعيد جربنا ذلک فوجدناه حقا (الاستذكار لجامع لمذاهب فقهاء الأمصار،كتاب الصيام ،باب صيام يوم عاشوراء)

۱؎ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بن إِبْرَاهِيمَ أَبُوعُبَيْدَةَ الْعَسْكَرِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بن أَبِي طَالِبٍ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بن الشَّدَّاخِ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :مَنْ وَسَّعَ عَلَى عِيَالِهِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ لَمْ يَزَلْ فِي سَعَةٍ سَائِرَ سَنَتِهِ (المعجم الكبير للطبرانى،حديث نمبر ۹۸۶۴ ،واللفظ لهٗ،الكامل لابن عدى، جزء۵، صفحه ۲۱۱ ،شعب الايمان للبيهقى حديث نمبر ۳۵۱۳)
قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الكبير وفيه الهيصم بن الشداخ وهو ضعيف جدا (مجمع الزوائد،باب التوسعة على العيال يوم عاشوراء)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کا مضمون مروی ہے۔ ۱؎

اور وہ حدیث اگرچہ سند کے لحاظ سے کمزور ہے، لیکن اس کے دوسرے شواہد موجود ہیں۔ ۲؎

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ ۳؎

یہ احادیث اگرچہ فرداً فرداً سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں، مگر ایک دوسرے کے ساتھ مل کر قوت حاصل کر لیتی ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال ابن حجر:

هذا حديث غريب أخرجه الطبرانى عن عبد الوارث بن إبراهيم عن على بن أبى طالب البزار وهو على بن مهاجر المذكور فى روايتنا. وهكذا أخرجه العقيلى فى ترجمة على بن مهاجر من كتاب الضعفاء أخرجه عن عبد الوارث بن إبراهيم عنه لكن وقع عنده عن يحى بن وثاب بدل إبراهيم وهو وهم فقد أخرجه ابن عدى فى ترجمة على بن أبى طالب من طريق محمد بن يحى القطيعى عنه كما فى روايتنا وكذلك أخرجه من طريق عمار بن رجاء عن على ، وكذلك أخرجه ابن حبان فى ترجمة الهيصم بن الشداخ من طريق عمار بن رجاء واتفقوا على ضعف الهيصم وعلى أنه تفرد به (الامالى المطلقة، جزء ۱ صفحه ۲۸)

۱؎ عَنْ أَبِى سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :مَنْ وَسَّعَ عَلَى أَهْلِهِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَسَّعَ اللهُ عَلَيْهِ سَائِرَ سَنَتِهِ "(شعب الايمان للبيهقى حديث نمبر ۳۵۱۴،وتحت حديث رقم ۳۵۱۳،الامالى المطلقة، جزء۱ صفحه ۲۸،المعجم الاوسط للطبرانى حديث نمبر ۹۳۰۲، واللفظ لهٗ، معجم ابن الاعرابى حديث نمبر ۲۲۲)

۲؎ قال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الاوسط وفيه محمد بن اسماعيل الجعفرى قال أبو حاتم منكر الحديث.(مجمع الزوائد،باب التوسعة على العيال يوم عاشوراء)

وقال ابن حجر:

قلت هو ومن فوقه مدنيون معروفون لكن شيخه ضعفه أبو زرعة وضعف الجعفرى المذكور أبو حاتم والحصر المذكور مردود فقد وقع لنا من وجه آخر عن أبى سعيد أخبرنيه أبو الحسن المرداوى بالإسناد الماضى إلى أحمد بن الحسين قال أخبرنا على بن أحمد بن عبدان قال أخبرنا أحمد بن عبيد قال حدثنا عبد الله بن محمد ابن أبى الدنيا قال حدثنا خالد بن خداش قال حدثنا عبد الله بن نافع عن أيوب بن سليمان بن مينا عن رجل عن أبى سعيد الخدرى فذكر نحوه ، وهكذا أخرجه إسحاق بن راهويه فى مسنده عن عبد الله بن نافع ، ولولا الرجل المبهم لكان إسناده جيدا ، لكنه يقوى بالذى قبله ،وله شواهد عن جماعة من الصحابة غير أبى سعيد منهم عبد الله بن مسعود وعبد الله بن عمر وجابر وأبو هريرة (الامالى المطلقة، جزء ۱ صفحه ۲۸)

۳؎ عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ " :مَنْ وَسَّعَ عَلَى عِيَالِهِ وَأَهْلِهِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَسَّعَ اللهُ عَلَيْهِ سَائِرَ سَنَتِهِ " (شعب الايمان للبيهقى حديث نمبر ۳۵۱۵، اخبارِ اصبهان حديث نمبر ۷۰۷)

چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ مختلف سندوں سے احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

"هٰذِهِ الْأَسَانِيْدُ وَإِنْ كَانَتْ ضَعِيْفَةً فَهِيَ إِذَا ضُمَّ بَعْضُهَا إِلٰى بَعْضٍ أَخَذَتْ قُوَّةً" (شعب الایمان للبیهقی، کتاب الصوم، باب صوم التاسع مع العاشر)

ترجمہ: یہ سندیں اگرچہ ضعیف ہیں، لیکن جب بعض کو بعض کے ساتھ ملایا جاتا ہے، تو قوت حاصل کرلیتی ہیں (ترجمہ ختم)

محدثین کا اصول یہ ہے کہ جو حدیث متعدد ضعیف اسناد سے منقول ہو تو مختلف سندوں کے باہم ایک دوسرے کی تائید کی وجہ سے وہ ضعف ختم ہوجاتا ہے اور حدیث حسن کے درجے میں آجاتی ہے۔ [1]

اور حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مَنْ وَسَّعَ عَلٰى أَهْلِهِ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ سَائِرَ السَّنَةِ (الاستذكار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار، کتاب الصیام، باب صیام یوم عاشوراء)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے اپنے گھر والوں پر عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن وسعت (کشادگی وفراخی) کی، اللہ تعالیٰ اس پر پورے سال وسعت (کشادگی وفراخی) فرمائیں گے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابراہیم بن محمد بن منتشر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ يُقَالُ: مَنْ وَسَّعَ عَلٰى عِيَالِهٖ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ لَمْ يَزَالُوْا فِيْ سَعَةٍ مِنْ رِزْقِهِمْ سَائِرَ سَنَتِهِمْ (شعب الایمان للبیهقی حدیث نمبر ۳۵۱۶، کتاب الصوم، باب صوم التاسع مع العاشر)

ترجمہ: یہ بات کہی جاتی تھی کہ جس نے اپنے اہل وعیال پر عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن

---

[1] حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں گردن کے مسح سے متعلق ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

ان روایات کی سند میں اگرچہ کلام ہے مگر فضائل میں ضعیف روایت پر بھی عمل جائز ہے، نیز تعدد طرق کی وجہ سے روایت میں قوت آجاتی ہے اگرچہ ہر سند ضعیف ہو (احسن الفتاویٰ ج۲ ص۱۳)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی ''ماثبت بالسنۃ'' میں اس حدیث کی سند پر تفصیلی کلام کیا ہے۔

Idara Ghufran

وسعت کی، تو ان پر پورے سال رزق کی وسعت رہے گی (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں حضرت ابراہیم بن محمد بن منتشر کے یہ الفاظ ہیں:

أَنَّـهُ بَـلَغَهُ أَنَّهُ مَنْ وَسَّعَ عَلٰى أَهْلِهٖ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ سَائِرَ سَنَتِهٖ (اخبارِ اصبهان حديث نمبر ۴۰۶۹۸، باب العين)

ترجمہ: ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ جس نے اپنی گھر والوں پر عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن وسعت کی، تو اللہ تعالیٰ اس پر سارے سال وسعت فرمائیں گے (ترجمہ ختم)

حضرت ابراہیم بن محمد بن منتشر رحمہ اللہ اپنے زمانہ کے افضل ترین علماء اور ائمۂ دین میں شمار کئے گئے ہیں، ان کے شاگردوں میں جلیل القدر محدثین وفقہاء مثلاً حضرت شعبہ اور حضرت سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ اور مسعر بن کدام اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ وغیرہ جیسی شخصیتیں شامل ہیں۔ ؎[1]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ دس محرم کے دن اہل وعیال پر وسعت کرنے پر سال بھر وسعت حاصل ہونے کی فضیلت صحابہ وتابعین کے دور میں بھی موجود تھی۔

اور حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کے شاگرد حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جَرَّبْنَا ذٰلِكَ فَوَجَدْنَاهُ حَقًّا (الاستذكار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار، كتاب

---

[1] إبراهيم بن محمد بن المنتشر بن الاجدع الهمدانى الكوفى ، ابن ابن أخى مسروق بن الاجدع . رَوَى عَن :أنس بن مالك ، وحميد بن عبد الرحمن الحميرى ، وقيس بن مسلم (د) ، وأبيه محمد بن المنتشر (ع)رَوَى عَنه :جرير بن عبدالحميد (م س) ، وجعفر بن زياد الاحمر ، وسفيان الثورى (خ م س) ، وسفيان بن عُيَيْنَة (ق) ، وشعبة ابن الحجاج (خ م د س) ، وعيسى بن عُمَر القارء ، وغيلان بن جامع ، والقاسم بن معن المسعودى ، ومسعر بن كدام (م س) ، وأبو حنيفة النعمان بن ثابت ، وهريم بن سفيان (د) ، وأبو عوانة (ع)قال صالح بن أحمد بن حنبل عَن أبيه ، وأبو حاتم :ثقة صدوق.زاد أبو حاتم :صالح.وَقَال النَّسَائى : ثقة.وَقَال جعفر الاحمر :كان من أفضل من رأينا بالكوفة فى زمانه .روى له الجماعة(تهذيب الكمال ج۲ص ۱۸۳،۱۸۴)

إبراهيم بن محمد بن المنتشر بن الأجدع الهمدانى الكوفى ثقة من الخامسة(تقريب التهذيب ج ا ص ۶۵)

إبراهيم بن محمد(ع)ابن المنتشر بن الاجدع الهمدانى الكوفى، أحد أئمة الدين، ومن ثبت العلم . وجده المنتشر هو أخو مسروق أحد الاعلام .حدث عن :أبيه وطائفة .أحاديثه يسيرة .حدث عنه :شعبة، وسفيان الثورى، وأبو عوانة، وجماعة .قال جعفر الاحمر :كان من أفضل من رأيناه بالكوفة فى زمانه.قلت :كان ذا تأله ودين وثقة وتزهد، روى له الجماعة، وهو قديم الوفاة،وكان ينبغى أن يذكر فى الطبقة الماضية -رحمه الله -ولم أر له شيئا عن أحد من الصحابة(سيراعلام النبلاء ج۷ص ۵۵،۵۶)

Iqra Ghufran

الصیام ،باب صیام یوم عاشوراء)

ترجمہ: ہم نے اس (عاشوراء کے دن وسعت کرنے کے عمل) کا تجربہ کیا تو اس کو درست پایا (ترجمہ ختم)

اور عظیم محدث حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

جَرَّبْنَا ذٰلِکَ فَوَجَدْنَاہُ کَذٰلِکَ (الاستذکار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار، کتاب الصیام ،باب صیام یوم عاشوراء)

ترجمہ: ہم نے اس (عاشوراء کے دن وسعت کرنے کے عمل) کا تجربہ کیا تو اس کو اسی طرح پایا (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں حضرت سفیان رحمہ اللہ کے یہ الفاظ ہیں:

فَجَرَّبْنَا ذٰلِکَ مُنْذُ خَمْسِیْنَ سَنَةً فَلَمْ نَرَ إِلَّا سِعَةً (اخبار اصبهان،تحت حدیث رقم ۴۰۶۹۸)

ترجمہ: ہم نے اس (عاشوراء کے دن وسعت کرنے کے عمل) کا تقریباً پچاس سال تجربہ کیا تو ہم نے (اس عمل کے نتیجہ میں) وسعت ہی دیکھی (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ عاشوراء یعنی دس محرم کے دن کی تاثیر یہ ہے کہ اس دن اپنے اہل وعیال پر وسعت کرنے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ سارے سال وسعت اور فراخی عطا فرماتے ہیں۔ [۱]

گزشتہ بحث سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ دس محرم کو اہل وعیال پر نان ونفقہ میں وسعت کی احادیث

---

[۱] (من وسع علی عیاله) وهم فی نفقته (فی یوم عاشوراء) عاشر المحرم وفی روایة بإسقاط فی (وسع الله علیه فی سنته کلها) دعاء أو خبر وذلک لأن الله سبحانه أغرق الدنیا بالطوفان فلم یبق إلا سفینة نوح بمن فیها فرد علیهم دنیاهم یوم عاشوراء وأمروا بالهبوط للتأهب للعیال فی أمر معاشهم بسلام وبرکات علیهم وعلی من فی أصلابهم من الموحدین فکان ذلک یوم التوسعة والزیادة فی وظائف المعاش فیسن زیادة ذلک فی کل عام ذکره الحکیم وذلک مجرب للبرکة والتوسعة ، قال جابر الصحابی :جربناه فوجدناه صحیحا وقال ابن عیینة :جربناه خمسین أو ستین سنة وقال ابن حبیب أحد أئمة المالکیة :لا تنس ینسک الرحمن عاشورا *واذکره لا زلت فی الأخبار مذکورا قال الرسول صلاة الله تشمله *قولا وجدنا علیه الحق والنورا من بات فی لیل عاشوراء ذا سعة *یکن بعیشته فی الحول مجبورا فارغب فدیتک فیما فیه رغبنا *خیر الوری کلهم حیا ومقبورا قال المؤلف :فهذا من هذا الإمام الجلیل یدل علی أن للحدیث أصلا(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر من أحادیث البشیر النذیر تحت حدیث رقم ۹۰۷۵)

وروایات اورآثار محدثین کے نزدیک قابلِ حجت ہیں، اور سلف کے دور میں اس عمل کا وجود تھا، نیز فقہائے کرام کے نزدیک بھی دس محرم کو اہل وعیال پر وسعت کرنا مستحب ہے۔

لہٰذا بعض حضرات کا یہ کہنا کہ سلف کے دور میں اس عمل کا وجود نہیں تھا، یہ بات درست نہیں۔ [1]

اور بعض نے جو اِن احادیث وروایات کو باطل یا موضوع قرار دیا ہے، وہ بھی درست نہیں۔ [2]

احادیث پر نقد وجرح کرنے والے بڑے بڑے محدثین نے دس محرم کے دن اہل وعیال پر وسعت کرنے کی حدیث پر کلام کیا، اور اس کو درست قرار دیا ہے۔

محدّثین کے علاوہ چاروں فقہائے کرام کے مسلک کی کتب سے بھی عاشوراء کے دن اہل وعیال پر

---

[1] جیسا کہ ناصر الدین البانی صاحب نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ میں یہ دعویٰ کیا ہے۔

[2] اور امام احمد رحمہ اللہ نے جو ''لا یصح'' فرمایا ہے، تو اس سے حسن ہونے کی نفی مراد نہیں۔

وقد ورد موقوفا علی عمر أخرجه ابن عبد البر بسند رجاله ثقات لکنه من روایة ابن المسیب عنه وقد اختلف فی سماعه منه ورواه فی الشعب من قول إبراهیم بن محمد بن المنتشر وأما قول الشیخ تقی الدین بن تیمیة إن حدیث التوسعة ما رواه أحد من الأئمة وإن أعلی ما بلغه من قول ابن المنتشر فهو عجب منه کما تری وقد جمعت طرقه فی جزء انتهی کلام العراقی،وفی جواهر العقدین فی فضل الشرفین لنور الدین السمهودی لا یلزم من قول أحمد فی حدیث التوسعة أنه لا یصح أن یکون باطلا فقد یکون غیر صحیح وهو صالح للاحتجاج به إذ الحسن رتبته بین الصحیح والضعیف انتهی.وفی تنزیه الشریعة قول الإمام أحمد لا یصح لا یلزم منه أن یکون باطلا کما فهمه ابن القیم فقد یکون الحدیث غیر صحیح وهو صالح للاحتجاج به بأن یکون حسنا انتهی.قلت بهذا کله بطل قول الشوکانی فی الفوائد المجموعة فی الأحادیث الموضوعة بعد نقل شیء من کلام العراقی ذکره ابن الجوزی فی الموضوعات وابن تیمیة فی فتوی له فحکم بوضع الحدیث من تلک الطرق والحق ما قالاه انتهی کلامه.وجه البطلان أنه کیف یکون ما قال ابن الجوزی وابن تیمیة حقا،مع کونهما من المشددین المتعنتین فی الحکم بالوضع علی ما بسطته فی رسالتی الأجوبة الفاضلة للأسئلة العشرة الکاملة وفی تعلیقات تحفة الطلبة فی مسح الرقبة المسماة (بتحفة الکملة) وقد تعقبهما جمع من العلماء المحققین وأثبتوا کون الحدیث حسنا إما لذاته ببعض أسانیده وإما لغیره بجمع أسانیده بالبراهین لا بمجرد الظن والتخمین فانظر إلی ما قال ولا تنظر إلی من قال وکذا بطل الحکم فی قول ابن تیمیة فی منهاج السنة ما یذکرون من فضائل عاشوراء وما ورد من التوسعة علی العیال وفضائل المصافحة والحناء والخضاب والاغتسال ونحو ذلک ویذکرون فیها صلاة کل ذلک کذب علی رسول الله لم یصح فی عاشوراء إلا فی فضل صیامه انتهی.وذلک لأن کون أحادیث الحناء والاغتسال ونحو ذلک کذبا وإن کان صحیحا لکن کذب حدیث التوسعة علی العیال لیس بصحیح بل هو حسن محتج به فهو فی الحکم الکلی کاذب کذبه من جاء بعده فاحفظ هذا کله ینفعک فی الدنیا والآخرة (الاثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة ص ۸۵،الإیقاظ الأول فی ذکر أحادیث صلوات أیام الأسبوع ولیالیها،بضمن رسائل الکنوی ج۵)

Idara Ghufran

وُسعت کا ثبوت ملتا ہے۔

چنانچہ حنفیہ کی کتب درِمختار، اور ردالمحتار میں دس محرم کے دن اہل وعیال پر وسعت کی حدیث کا ثبوت اوراس عمل کا استحباب مذکور ہے۔

حنفیہ کے علاوہ فقہ شافعی کی کئی کتابوں میں بھی اس حدیث کے ثبوت اوراس پرعمل کو برقرار رکھا گیا ہے۔

حنفیہ اور شافعیہ کے علاوہ فقہ حنبلیہ کی متعدد کتابوں میں اس حدیث کو ثابت اوراس عمل کو درست قرار دیا گیا ہے۔

اور فقہ مالکی کی کتب میں بھی دس محرم کو اہل وعیال پر وسعت کو مستحب قرار دیا گیا ہے، اور اہلِ مکہ واہلِ مدینہ کے اس عمل کو اختیار کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

نیز اہل حدیثوں کے عالم عبداللہ بن محمد مبارک پوری نے بھی اس حدیث کے مختلف سندوں سے مروی ہونے کی وجہ سے معتبر قرار دیا ہے۔

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ دس محرم کے دن دو چیزیں سنت سے ثابت ہیں، ایک نفل روزہ جس کے ساتھ نو یا گیارہ تاریخ کا روزہ ملالینا بہتر ہے، دوسرے اہل وعیال پر نان ونفقہ میں وسعت اور بس اس کے علاوہ دوسری چیزیں منگھڑت ہیں۔

لیکن یہ ملحوظ رہے کہ جو چیزیں جس درجے میں ثابت ہیں ان کو اسی درجے میں رکھ کر ماننا اور عمل کرنا چاہئے، ان کو ان کے درجے سے بڑھانا نہیں چاہئے۔

آج کل اس حدیث سے ثابت شدہ عمل کے بارے میں عام طور پر بہت سے لوگ افراط وتفریط (کمی وزیادتی) کا شکار ہیں، بعض لوگ تو سرے سے اس حدیث کو ثابت ہی نہیں مانتے، حالانکہ ابھی ذکر ہو چکا کہ متعدد مختلف درجے کی سندوں سے یہ حدیث منقول ہے اوراس کا یک طرفہ اور بالکلیہ انکار درست نہیں اور فقہائے کرام سے بھی اس دن اہل وعیال پر وسعت کا ثبوت ملتا ہے۔

دوسری طرف بعض لوگ اس کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ فرائض وواجبات ادا کرنے اور گناہوں وحرام کاموں سے بچنے کے مقابلہ میں اس قسم کی کھانے پینے کی چیزوں کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں اوراس کو اپنے درجہ سے بڑھادیتے ہیں، نیز صرف اسی عمل کو سارے سال کی روزی میں برکت ووسعت کا یقینی ذریعہ سمجھتے ہیں۔

حالانکہ بعض اوقات گناہوں کی وجہ سے بھی انسان کی روزی تنگ ہو جاتی ہے، اس لئے اس حدیث کے

بارے میں افراط تفریط (اور کمی وزیادتی) سے بچ کر اعتدال والی راہ اختیار کرنی چاہئے اور وہ یہ ہے کہ اس حدیث کا انکار نہ کیا جائے، لیکن دوسری طرف اس حدیث میں بیان کردہ عمل کو فرض، واجب نہ سمجھا جائے بلکہ دنیوی برکت کا ایک عمل سمجھا جائے، اور نہ کرنے پر اپنے آپ کو یا دوسروں کو گناہ گار یا قابلِ ملامت بھی نہ خیال کیا جائے۔

نیز یہ بھی وہم نہ کیا جائے کہ یہ عمل نہ کرنے کی وجہ سے یقینی طور پر تمام سال بے برکتی رہے گی اور جو یہ عمل نہ کرے اس پر لعن طعن بھی نہ کیا جائے، اسی طرح اس موقع پر اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کرنا، فضول خرچی کرنا یا اس کے لئے قرض لینا، اور کسی خاص قسم کے کھانے (مثلاً کھچڑ، کھیر، حلیم وغیرہ) کو مخصوص یا لازم کرنا، یا اس کو اتنا بڑھانا کہ ہر علاقہ اور محلّہ والوں کو اس میں شامل کرنے کے اہتمام والتزام تک نوبت پہنچ جائے اور بڑی بڑی دیگیں اتارنا یا پانی، شربت، دودھ وغیرہ کی سبیلیں لگانا یہ سب چیزیں حد سے تجاوز، گناہ اور شریعت پر زیادتی ہیں۔

اور ان چیزوں کا مذکورہ بالا حدیث سے اشارہ تک نہیں ملتا اس لئے کہ حدیث میں اپنے اہل وعیال پر نان نفقہ میں کشادگی کی برکت بیان کی گئی ہے، اور اہل وعیال میں اہلِ محلّہ اور دوسرے لوگ شامل نہیں ہوتے، اگر گناہوں سے بچنے اور توبہ کے ساتھ ساتھ اس دن صرف اپنے گھر کی حد تک بغیر قرض لئے حلال مال سے کوئی اچھا کھانا تیار کرلے تو یہ عمل جائز بلکہ بہتر ہے، لیکن یہ معاملہ اپنے گھر تک محدود رکھا جائے اس کو نہ تو ضروری سمجھا جائے اور نہ ہی اس کا دائرہ بڑھا کر اپنی کفالت سے باہر کے افراد کو اس میں شامل کیا جائے، کیونکہ حدیث میں ایک دوسرے کو لینے دینے کا ذکر نہیں بلکہ صرف اپنے اہل وعیال پر وسعت کا ذکر ہے، یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ جو حضرات اس حدیث سے خاص دس محرم کو ایصالِ ثواب کرنے کی سند پکڑتے ہیں وہ غلطی پر ہیں (ماخذۂ خطبات حکیم الامت ج۹ وعظ تحریم المحرم بتغیر) [1]

---

[1] لانۂ یوجد فیہ التشبہ بالروافض واھل البدعة ،ویوجد التقویة والتائیدلعقیدة الباطلة کالتقرب لغیراللّٰہ وایصال الثواب لروح الحسین رضی اللّٰہ عنہ تخصیصاً بیوم العاشوراء اوان یصل ھذا الطعام بعینہٖ الٰی ارواح الشھداء وانھم جائعون وھذا العمل یفضی العوام الی الضلالة فافھم ھذا الفرق اللطیف بین التوسعة علی العیال والتوسیع الٰی غیرھم . م. ر.

بعض لوگ اہل وعیال پر وسعت والی حدیث سے یہ مطلب نکالتے ہیں کہ دس محرم کے دن جو بھی کام کیا جاتا ہے، سال بھر وہی کام ہوتا ہے، مثلاً اگر کوئی اس دن سفر کرے تو سال بھر سفر واسفار کثرت سے ہوتے ہیں اور اسی طرح دوسری چیزیں بھی، حدیث کا یہ مطلب نکالنا بالکل غلط ہے، اور ایسا عقیدہ رکھنا شرعاً بھی گناہ ہے۔ محمد رضوان۔

اس لئے دسویں محرم کے دن دیگیں پکا پکا کر لوگوں کو کھلانا، اور سبیلیں لگا کر پانی، شربت وغیرہ پلانا نیز اس دن اِدھر اُدھر گھروں میں کھانے پینے کی اشیاء بھیجنا اور عید کا سماں پیدا کرنا درست نہیں اور نہ ہی مذکورہ حدیث کا یہ تقاضا اور مطلب ہے۔

اس حدیث کا مطلب تو فقط اتنا ہے کہ صرف برکت حاصل کرنے کے لئے اس دن اپنے گھر اور اہل وعیال کی حد تک اپنی حیثیت کے مطابق اچھا اور عمدہ کھانا تیار کرلے۔

پس اگر یہ عمل شریعت پر زیادتی کر کے کیا جائے گا تو بجائے فائدے کے الٹا گناہ اور نقصان ہوگا، کیونکہ گناہ سے بجائے برکت کے الٹی بے برکتی ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ قرآن مجید اور صحیح احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نیک اعمال اور توبہ استغفار سے رزق میں برکت اور بداعمالیوں اور گناہوں سے رزق میں تنگی ہوتی ہے، قرآن وحدیث کے بے شمار دلائل سے یہ بات واضح ہے۔

لہٰذا نیک اعمال اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنا بھی ضروری ہے، بلکہ اس کا درجہ دس محرم کے دن اپنے اہل وعیال پر نان ونفقہ میں کشادگی وفراخی والے عمل سے بھی زیادہ اہم ہے، نہ یہ کہ کھانے پکانے کا تو بہت اہتمام کیا جائے اور فرائض، واجبات، نماز، زکاۃ وغیرہ جیسے بڑے احکام سے غفلت اختیار کی جائے جیسا کہ عام طور پر آج کل ہو رہا ہے۔

اسی سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جو شخص اس دن اس عمل میں حد سے آگے بڑھے گا یا کسی قسم کا کوئی گناہ کرے گا (جیسا کہ آج کل بے شمار گناہوں کا دور دورہ ہے) تو باوجود اس وسعت اور فراخی والے عمل کو انجام دینے کے پھر بھی بے برکتی میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔

(ماخوذ از: ''ماہِ محرم کے فضائل واحکام''، اشاعتِ چہارم، صفحہ ۶۲ تا صفحہ ۶۸، ملخصاً)

(اضافہ واصلاح شدہ ایڈیشن) (صفحات: ۴۰)

مسنون دُرُود وسلام

رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول دُرُود اور سلام کے مسنون وماثور صیغے

مستند حوالہ جات کے ساتھ دُرُود وسلام کا وظیفہ

مصنِّف: مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران: چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

　مفتی محمد امجد حسین

وہ جو چڑھتے ہوئے سورج کے پجاری تھے

وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ (سورة القصص آيت ٦)

ترجمہ: اور یہ بھی کہ ہم انہیں زمین میں قدرت واختیار دیں، اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ چیز دکھائیں جس سے وہ ڈر رہے ہیں۔

سابق آیت ہی کا تسلسل ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی ایک قدرت ومشیت اور ارادے کا ذکر ہوا ہے، کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا کے ظاہری نقشے اور مادی اسباب وطبیعاتی قوانین کی عام صورت گری کے برخلاف غالب قوم کو مغلوب، مغلوب کو غالب، فاتح کو مفتوح، مفتوح کو فاتح، حاکم وحکام کو محکوم ومقہور، اور مجبور ومظلوم محکوموں کو حاکم ومقتدر بنانے کا فیصلہ فرمایا، اور پھر اس ''فعال لما یرید'' ''یفعل مایشاء'' اور ''واللہ علی کل شیئ قدیر'' جیسی صفات اور شان کی حامل ذات نے اپنی اس مشیت اور فیصلے کو کس طرح پورا کر دکھایا؟

اس آیت میں اس ''بدیع العجائب'' رب تعالیٰ کی قدرت کے ایک اور انوکھے کرشمے کا بھی ذکر ہے، یہ کرشمۂ قدرت اگرچہ ہے، تو اسی واقعہ موسیٰ وفرعون ہی کا ایک جزء، اور اللہ تعالیٰ کی اُسی مشیت وارادے اور اظہارِ قدرت ہی کا تسلسل جس مشیتِ خداوندی کا سابق آیت میں ذکر ہوا ہے، لیکن اپنی ندرت وسبق آموزی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے الگ وممتاز کرکے ذکر فرمایا ہے، تاکہ اہلِ ایمان کا، اللہ کے نام لیواؤں کا، حق کے پیروکاروں کا ایمان ویقین خوب بڑھے، حق کی حقانیت وصداقت، پائیداری واستحکام پر اور حق پرستی کے اچھے انجام پر اور اس کے مقابلے میں کفروسرکشی کی ناپائیداری وبودے پن پر، باطل کے بطلان وبے ثباتی پر، اور باطل پرستی کے برے انجام پر، ان کو پورا یقین اور کلی اطمینان حاصل ہو، اور ساتھ ساتھ باطل پرستوں، طاقت کے پجاریوں، اور مادیت کے پرستاروں پر اتمامِ حجت بھی ہوجائے کہ وہ کس سراب کے پیچھے دوڑ رہے ہیں، اور وقتی لذتوں اور چند روزہ عارضی منفعتوں کے لئے وقت کے طاغوتوں کے ہمنوا وہم دم بن کر کس برے انجام کی طرف بڑھ رہے ہیں؟

لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ (سورة الانفال آيت ٤٢)

ترجمہ: تاکہ جو ہلاک ہو وہ اتمام حجت کے بعد ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ اتمام حجت کے بعد زندہ رہے۔

وہ عجیب واقعہ اور اللہ کی قدرت کا وہ نادر کرشمہ جس کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے، یہ ہے کہ فرعون اور اس کی بیوروکریسی (اور بیوروکریسی) کے سب سے بڑے افسر ہامان اور فرعون کی ملٹری اور آرمی نے یہ خبر پاکر کہ ان کی فرعونیت کا کوئی بڑا دشمن (یا آج کی طاغوتی زبان میں کوئی انتہاء پسند) ان کی محکوم قوم بنی اسرائیل میں ظاہر ہونے والا ہے، جو فرعونی سلطنت کے بخیئے ادھیڑ کر رکھ دے گا، پورے فرعونی سسٹم اور ریاستی ڈھانچے کا تیا پانچہ کر چھوڑے گا، فرعون خوف اور غصے سے باؤلا ہو گیا، اس نے غیبی اور تکوینی فیصلوں کے یہ الٹی میٹم سن کر بجائے عبرت پکڑنے اور کفر و سرکشی و شر و فساد سے باز آنے کے قوائے قدرت سے مقابلے کی ٹھانی، اس کی پیش بندی کا ایک انتہائی خوفناک اور ظالمانہ منصوبہ بنایا، یعنی بنی اسرائیل کی قتلِ اولاد اور نسل کشی شروع کردی، یا یوں سمجھئے کہ بنی اسرائیل کے بارہ قبائل میں آپریشن شروع کردیا، چونکہ ڈرون ٹیکنالوجی اور ہوائی بمبارمنٹ کی سہولت اسے حاصل نہیں تھی، اس لئے مجبوراً اس کے لشکریوں کو معصوم بچوں کی خونریزی کے لئے چھری، چاقوؤں اور تلوار و خنجروں سے کام لینا پڑا، اس طرح فرعون یہ چاہتا تھا کہ ''نہ رہے بانس نہ بجے بانسری'' لیکن مقابلہ کسی زمینی طاقت، کسی انسانی قوت کے ساتھ تو نہ تھا، اس قہار و جبار رب سے، اس ذات ستودہ صفات و مجمع کمالات سے پالا پڑا تھا، جس نے اپنا تعارف اپنی بھیجی ہوئی کتاب میں یوں کرایا ہے:

''وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ'' ''فَعَّالٌ لِّمَایُرِیْدُ''

''مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ، وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ'' ''وَاللّٰہُ مِنْ وَّرَائِھِمْ مُّحِیْطٌ''

''وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ، وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ'' وغیرہ وغیرہ۔

فرعون کے اس پینترے کا اس بے نیاز رب نے یہ جواب دیا کہ جس دشمن کی پیش بندی کے لئے خونریزی و سفاکی کی داستانیں فرعون رقم کر رہا تھا، اور اس کی پوری ریاستی مشینری شرفِ انسانیت کی مٹی پلید کرنے میں جُتی ہوئی تھی، اس دشمن کو خود فرعون کے محل میں پالا پوسا، اور فرعون ہی کے ہاتھوں اس کی شاہی پرورش ہوئی، اور وی آئی پی پروٹوکول سے گزر کر وہ جوان ہوا، اور آخر کار فرعون نے اسی کے ہاتھوں اپنی حکومت کا بیڑہ اپنے لاؤ لشکر اور اپنی فرعونیت و قہر مانیت سمیت بحرِ قلزم کے کوہ پیکر موجوں میں حسرت و مایوسی کے

عالم میں غرق ہوتے دیکھا، تو آیت میں اسی کرشمۂ قدرت کی طرف اشارہ ہے:

وَنُرِیَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَحْذَرُوْنَ (سورۃ القصص آیت ۲)

کہ ہم نے فرعون وہامان اوران کی فورسز وملٹری کواسی انجام سے دوچار کیا، جس سے وہ ڈرواندیشہ رکھتے تھے، اور جس سے بچنے کے لئے انہوں نے ہر حربہ آزمایا۔

آج بھی اہلِ حق وفراعنہ کی ہے وہی پرانی کشمکش

آج کا طاغوت وفرعون بھی گزشتہ کئی عشروں سے دنیا جہاں میں خدا کے نام لیواؤں پر موہوم خدشات کو بنیاد بنا کر، مقامی حکومتوں، اپنے دلالوں اور وظیفہ خواروں کے ذریعے زندگی کا دائرہ تنگ کرتا رہا، ان کو دیوار سے لگانے کے لئے ہر حربہ آزماتا رہا، اور حق کے پرستاروں کو اپنی جھوٹی سپر پاوری اور جھوٹی خدائی کے پھیلاؤ کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھ کر ان کے خلاف وہ چومکھی جنگ لڑتا رہا، عسکری محاذ ہو، یا ثقافتی وتمدنی محاذ، اقتصادی محاذ ہو، یا میڈیائی پروپیگنڈے اور دجل کا محاذ، ہر محاذ پر وہ خود بھی اترا، اور اپنے حاشیہ نشینوں اور دلالوں کی فوج ظفر موج بھی اس نے اتاری۔

اس طاغوت کے نام لیوا، طاقت کے پجاری، مادیت کے پرستار، طاغوت کی ظاہری ٹھاٹھ باٹھ، شان وشوکت، کروفر، اور زور وزر کو دیکھ کر اس کے چرنوں میں سجدہ کرنے والے اور طاغوت کو اپنا اَن داتا اور خدا ماننے والے سیاست دان، طبقہ اشرافیہ کے بزرجمہر، ڈالرزدہ صحافی ودانشور، نام نہاد روشن خیال سکالر، اینکر پرسن، مسلمانوں کی آستینوں میں سانپ کی طرح پلنے والے بے دین، سیکولر، قادیانی اور دیگر اقلیتوں اور گمراہ ٹولوں کے منافقین، جنہوں نے چہروں پر جدت پسندی اور لبرل ہونے کے جھوٹے ماسک سجائے ہوتے ہیں، اور جن کے قلم وزبان اور دماغ میں سانپ سے زیادہ زہر اور بچھو سے زیادہ زہریلے ڈنگ بھرے ہوئے ہیں، یہ طاغوت کی چاکری کرتے ہوئے خداپرستوں پر، کھرے سچے مسلمانوں پر لعن طعن اور طنز وتشنیع کرتے رہتے ہیں، گلوبلائزیشن پہ استوار طاغوتی سسٹم اور اس سسٹم کے خودساختہ ان داتاؤں کو دنیا کا نجات دہندہ اور خداپرستوں کو اس طاغوتی نظام کے لئے خطرہ اور رسک قرار دیتے رہنے سے ان کی زبان نہیں تھکتی۔

لیکن! یہ کیا؟ طاغوتِ وقت اور فرعونِ زمانہ کی خدائی کی جو آج مٹی پلید ہورہی ہے، اس کی عظمت وکبریائی کا بت جو پاش پاش ہورہا ہے، دریائے آمو کے کنارے اس پر جس قسم کا عالمِ نزع طاری ہے، اور اس کا

دمِ واپسیں جاری ہے، خود طاغوت کے اپنے دعاوی کے مطابق یہ سب کچھ کرنے والے اس کی خدائی کے دو بلند برجوں کو گرانے والے کوئی اور نہیں تھے، خود اس کے گھر میں پلے بڑھے تھے، طاغوت کے جدید ترین تعلیمی اداروں کے ڈگری ہولڈر، ڈاکٹر وانجینئر تھے، تو کیا تاریخ پھر اپنے آپ کو دہرا رہی ہے؟

آج کے موسیٰ خود آج کے فرعون کے گھر پرورش پا کر ابھرے ہیں، اور عصرِ حاضر کے طاغیہ کبریٰ کی فرعونیت وقہرمانیت کو کفنانے اور دفنانے کے مشن پر تکوینی طور پر مامور ہوئے ہیں؟ کل کو (نائن الیون یا نو دو گیارہ کے معمے کے بعد) ان کے تعاقب میں فرعونِ وقت بالکل فرعونِ موسیٰ کی طرح:

إِنَّ هَـٰؤُلَاءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيلُونَ. وَإِنَّهُمْ لَنَا لَغَائِظُونَ. وَإِنَّا لَجَمِيعٌ حَاذِرُونَ (سورۃ الشعراء، آیت ۵۴ تا ۵۶)

ترجمہ: (اور کہا) کہ یہ لوگ تھوڑی سی جماعت ہے، اور یہ ہمیں غصہ دلا رہے ہیں، اور ہم سب باساز وسامان ہیں۔

کے نعرے لگاتا ہوا اور:

فَأَجْمِعُوا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوا صَفًّا وَقَدْ أَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلَىٰ (سورۃ طٰہٰ، آیت ۶۴)

ترجمہ: تو تم (جادو کا) سامان اکٹھا کر لو اور پھر قطار باندھ کر آؤ اور آج جو غالب رہا وہی کامیاب ہوا۔

کی بزرگانہ نصیحت اپنے نیٹو بلاک کے گرگوں کو اور اپنے فرنٹ لائن اتحادی کو کرتا ہوا، اور:

ذَرُونِيٓ أَقْتُلْ مُوسَىٰ وَلْيَدْعُ رَبَّهُ إِنِّيٓ أَخَافُ أَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَنْ يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ (سورۃ المؤمن آیت ۲۶)

ترجمہ: مجھے چھوڑو کہ موسیٰ کو قتل کر دوں اور وہ اپنے پروردگار کو بلا لے، مجھے ڈر ہے کہ وہ (کہیں) تمہارے دین کو (نہ) بدل دے یا ملک میں فساد (نہ پیدا) کر دے۔

کی لاف زنیاں اور شیخیاں مارتا ہوا چالیس سے زیادہ ملکوں کے لاؤ لشکر اکھٹے کر کے اور آتشین ہتھیاروں سے مسلح ہو کر اپنے گھر میں پلے بڑھے ہوئے آج کے موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کو نیست ونابود کرنے اور عبرت کا نشان بنانے کے لئے افغانستان کے کوہساروں میں آدھمکا، لیکن خود عبرت کا نشان بن گیا۔

إِذَا جَاءَ مُوسَىٰ وَأَلْقَى الْعَصَا　　فَقَدْ بَطَلَ السِّحْرُ وَالسَّاحِرُ

نظارۂ وطن　　　　**مفتی محمد امجد حسین**

سفر کندیاں وکالا باغ (قسط۲)

خانقاہ سراجیہ میں

میں خانقاہ سراجیہ کی مسجد میں عصر کی جماعت ہو چکنے کے بعد پہنچا۔ [۱]

عصر کی دوگانہ سفری نماز پڑھ کر مسجد کے عقب میں خانقاہ کے قبرستان میں گیا، جہاں باقی قبور کے علاوہ، مشائخ ثلاثہ (خواجہ ابوالسعد احمد خان، خواجہ عبداللہ اور خواجہ خان محمد علیہم الرحمۃ) کی قبور بقعہ نور بھی ہیں، مشائخ کی قبور قبرستان کے ایک احاطے میں ہیں اور ممتاز ہیں، بندے نے یہاں فاتحہ پڑھی اور ایصال ثواب کیا، خانقاہ میں اس وقت مجلس جاری تھی، خواجہ خان محمد علیہ الرحمۃ کے حجرہ میں آپ کی مسند پر آپ کے جانشین وخلف الرشید مولانا خلیل احمد دامت برکاتہم رونق افروز تھے، متوسلین، سالکین اور وارِدین کی ایک بڑی تعداد شریک مجلس تھی، بندہ بھی جا شریک ہوا، مجلس کا رنگ ڈھنگ وہی تھا، جو خواجہ خان محمد علیہ الرحمۃ سے چلا آرہا ہے، خاموش وباوقار مجلس، جہاں بے زبانی ہی سوز بانوں کی ترجمانی کرتی ہے، ع

خاموش لوگ بھی بلا کے خطیب ہوتے ہیں

---

[۱] خانقاہ سراجیہ کندیاں کے مضافات میں آبادی سے دور واقع ہے، یہ خانقاہ گذشتہ صدی کی یادگار اور قیام پاکستان سے پہلے سے قائم ہے، لیکن یہاں اب بھی اتنی آبادی نہیں کہ حنفی مذہب کے مطابق جمعہ پڑھنے کی شرائط پوری ہوں، اس لیے خانقاہی معمولات کے لیے جس یکسوئی اور انقطاع کی ضرورت ہوتی ہے وہ ماحول یہاں پوری فراوانی کے ساتھ فراہم ہے، پرفضا مقام ہے قریب سے دریا گذرتا ہے، خانقاہ کی مناسبت سے اس چھوٹے سے موضع اور آبادی کا نام بھی خانقاہ سراجیہ ہے، یہاں ریلوے اسٹیشن بھی ہے، گورنمنٹ سکول بھی ہے، خانقاہ کی اپنی مسجد مغلیہ طرزِ تعمیر کی یادگار ہے، مغلیہ عمارات کے طرز پر اس کی کرسی سطح زمین سے اونچی رکھی گئی ہے، مسجد کے اطراف میں خانقاہ اور پرانے مدرسے کے حجرے بنے ہوئے ہیں، اب مدرسے کی (جو دارالعلوم سعدیہ کے نام سے موسوم ہے) الگ سے وسیع وعریض اور سادہ مگر عالی شان عمارت قائم کی گئی ہے، یہ خانقاہ سراجیہ عظیم نقشبندی مجددی بزرگ اور شیخ وقت خواجہ سراج الدین دامانی رحمہ اللہ (وفات ۱۳۳۳ھ 1915ء کے قریب) کے نام سے موسوم ہے، جس کو خواجہ سراج الدین کے خلیفہ وجانشین قیوم زمان خواجہ ابوسعد احمد خان علیہ الرحمۃ (وفات ۱۳۶۰ھ ۱۹۴۲ء) نے آباد کیا اور یہاں سے مدت العمر سلسلہ نقشبندیہ کا فیض رشد وہدایت نشر کیا، آپ کے بعد آپ کے خلیفہ مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی رحمہ اللہ (وفات ۱۳۷۵ھ ۱۹۵۵ء کے قریب) مسند ارشاد پر متمکن رہے اور سلسلہ کا فیض لنڈھاتے رہے، اس سلسلۃ الذہب کی تیسری کڑی خواجہ ابوخلیل خان محمد علیہ الرحمۃ ہیں جو خواجہ عبداللہ علیہ الرحمۃ کے خلیفہ تھے اور آپ کے بعد مسند ارشاد پر فائز ہو کر مسلسل نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک ہدایت واصلاح کے متلاشیوں کو فیض یاب کرتے رہے، آپ اہل حق کی اکثر سیاسی ومذہبی تحریکوں کی سرپرستی فرماتے رہے اور بکثرت مراکز وجامعات آپ کو اپنا مربی وسرخیل سمجھتے تھے۔　ع　خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

مغرب کے قریب مجلس برخاست ہوئی۔
نماز مغرب کے بعد لوگ اپنے اپنے طور پر نوافل، ذکر وتلاوت میں مشغول رہے، کچھ آگے پیچھے اپنے اپنے تقاضوں سے چلے گئے، عشاء سے پہلے خانقاہ کے برآمدے میں اجتماعی دسترخوان بچھ گیا، اور کھانا کھلایا گیا، بالکل سادہ اور پر لطف کھانا، حکیم سلطان محمود خانقاہ کی روح رواں، حضرت خواجہ خان محمد کے خادم خاص، ہمہ وقت متحرک وفعال، بڑھاپے میں جوانوں کی سی ہمت اور پھرتی، بعد عصر کی مجلس میں بھی نظم ونسق کو غیر محسوس انداز میں قائم رکھے ہوئے، اوراب دسترخوان پر بھی کھانا کھلاتے وقت موجود ونگران ،خوش مزاجی نرم خوئی اور تلطف کا مجسم نشان۔
بعد نماز عشاء بلا تاخیر سونے کا ماحول بن گیا، نہ کوئی شور شرابہ، نہ ہل چل، لوگ اپنے اپنے سلیپنگ بیگ یا دری چادر وغیرہ مسجد کے صحن میں بچھا کر لیٹتے چلے گئے، تھوڑی دیر میں خاموشی چھا گئی، خانقاہ کے حجروں میں بھی لوگ تھے (ان کا کیا نظم وضبط اور کیا کوائف وترتیب تھی اس کا مجھے علم نہیں) صبح کچھ لوگ جلدی کچھ بعد میں اذان یا نماز کے وقت اٹھے، کسی کو کسی سے کام نہیں نہ کسی کے معمولات میں دخل، ہر ایک کا اپنے کام سے کام۔
نماز فجر کے بعد لوگ اپنے اپنے معمولات میں مشغول رہے، اشراق کا وقت ہونے کے بعد ناشتے کے لیے پھر اسی ڈیوڑھی میں اجتماعی دسترخوان بچھا جہاں رات کو بچھا تھا، رات کی طرح ہی ناشتے کا سادہ سلسلہ ہوا، رات کا سالن، تازہ یا باسی روٹی اور چائے۔
کچھ لوگ صبح نماز کے بعد ہی روانہ ہو گئے تھے، ناشتہ کے بعد اکثر لوگ چلے گئے، تبلیغی مراکز کی طرح کا ماحول اور منظر تھا، جو شب جمعہ کے بعد ہوتا ہے۔

خانقاہ سراجیہ کی لائبریری

مجھے صبح دم خانقاہ سے روانہ ہونا تھا، لیکن یہاں کے ذخیرہ کتب کے دیدار کے بغیر میں اپنے یہاں آنے کو ناتمام سمجھتا، کیونکہ میں نے یہاں کے تذکروں اور سوانح میں یہاں کے بعض مشائخ کا کتابوں سے خصوصی شغف اور نادر ونایاب کتب جمع کرنے اوران کو محفوظ کرنے کے مثالی ذوق کا حال واحوال پڑھا تھا، اور مجھے عرصہ سے تجسس اور اشتیاق تھا کہ علم کے اس خزانہ عامرہ کے دیدار سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کروں، سو ناشتے کے بعد میری درخواست پر سراپا شفقت حکیم سلطان محمود بالقابہ نے میری یہ تمنا پوری کردی، ایک بڑے

کمرے میں جو خانقاہ کے حجروں کی قطار کے آخر میں مشائخ کے قبور کی طرف واقع ہے، یہ کتابیں لکڑی کی دسیوں بڑی بڑی مضبوط الماریوں میں مقفل ہیں، خود یہ لائبریری کی حیثیت کا حامل کمرہ بھی مقفل ہی رہتا ہے، میرے جیسا کوئی کتابی کیڑا یہاں آن وارد ہو اور کتب بینی کا تقاضا کرے تو کھولا جاتا ہے۔ [1]

مطالعہ کا خصوصاً بامقصد و مفید مطالعے کا ذوق خواص اور اہل علم میں بھی کم سے کم تر ہوتے چلے جانا اس عہد ستم پیشہ کے منجملہ المیوں میں سے ایک ہے، رہے نام اللہ کا۔

حکیم صاحب نے از راہ شفقت مجھے کئی نایاب کتابیں اور قدیم مخطوطے نکال نکال کر دکھائے، علم حدیث، ہیئت و فلکیات وغیرہ مختلف فنون سے متعلق یہ مخطوطے اور کتابیں تھی، جن میں سے بعض شاید اب بیروت وغیرہ سے شائع ہو چکی ہیں، مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں ان کتابوں کے نام نوٹ نہ کر سکا، جلدی یا جلد بازی کی وجہ سے ایک طائرانہ نظر ہی ان کتابوں پر ڈال سکا۔

سوئے کالا باغ

تقریباً ساڑھے آٹھ بجے خانقاہ سے رخصت ہو کر ایک چنگ چی رکشے کے ذریعے مین روڈ تک آیا، یہاں کچھ انتظار کے بعد میانوالی کے لیے ویگن ملی، میانوالی پہنچا تو میانوالی اڈے سے کالا باغ کی ویگن پر سوار ہوا، میانوالی سے کالا باغ کا فاصلہ پچاس کلومیٹر کے قریب ہے، لوکل ویگن تھی جا بجا سواریاں اترتی چڑھتی رہیں، تقریباً ڈیڑھ گھنٹے میں ویگن نے کالا باغ پہنچایا۔

کالا باغ پہنچنے پر پتا چلا کہ مجھے کالا باغ کی لوکل ویگن میں سفر کرنے کی بجائے میانوالی سے بنوں کی ویگن میں بیٹھنا چاہیے تھا، اس کے دو فائدے ہوتے، ایک تو وقت کم لگتا، دوسرے جناح بیراج (جس کے نظارے کے بغیر کالا باغ کے سفر کا کوئی مقصد نہیں رہ جاتا) راستے میں آ جاتا، کیونکہ بنوں کی گاڑیاں کالا باغ شہر سے باہر ہی باہر جناح بیراج کے اوپر سے گذر کر جاتی ہیں، اس طرح اب مجھے کالا باغ سے پھر گول چکر کاٹ کر اور دو گاڑیاں بدل کر جناح بیراج پہنچنے کے لیے دھکے نہ کھانے پڑتے اور وقت بھی بچتا، خیر

---

[1] حکیم صاحب موصوف نے مجھے بتایا کہ علمی تحقیقی کام کرنے والے حضرات ماخذ کی مراجعت اور استناد و حوالہ جات کے لیے یہاں تشریف لاتے رہے ہیں، ان کو یہاں مطالعہ و مراجعت کی سہولت فراہم کی جاتی ہے، اس سے مجھے یاد آیا کہ پروفیسر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع صاحب مرحوم (جو علمی دنیا کی سر برآوردہ شخصیت تھے، دائرہ معارف اسلامیہ (انسائیکلوپیڈیا) کے مجلس ادارت کے رکن رکین تھے، علی میاں ندوی صاحب نے اپنے بعض تذکروں میں نہایت بلند الفاظ میں آپ کا ذکر کیا ہے) کے بارے میں میں نے پڑھا تھا کہ وہ اپنے تحقیقی کام کے سلسلے میں یہاں تشریف لا چکے تھے اور یہاں کے مخطوطات اور کتب سے استناد کیا۔

گذشت آنچہ گذشت۔

ایسی لغزشیں کھانے اور فروگذاشتیں سہنے کے مواقع پر ایک مسلمان کی حیثیت سے بے اختیار یہ تصور بندھ جاتا ہے کہ دنیا کی یہ پوری ناسوتی زندگی بھی ایک سفر ہے، اس سفر میں بھی ہر کام پر ٹھوکر اور ہر مرحلے پر لغزش کا سامان ہے، اگر کوئی رہبر ورہنما نہ ہو تو نجات کی منزل تک پہنچنا سخت دشوار ہو جائے اور رہنمائی کا سامان خود پیدا کرنے والے رب نے وحی الٰہی دین وشریعت اور اس کے ہمہ جہت و ہمہ گیر احکام کی صورت میں عطا فرمایا ہے۔

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (سورة يونس آيت ۲۵)

ترجمہ: اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

جنگل و بیاباں اور پہاڑی علاقوں کا سفر کرتے ہوئے بھی بعض دفعہ یہ تصور قائم ہوتا ہے، کہ عہد شباب و جوانی بھی ایک خوفناک و ہولناک جنگل کے مشابہ ہے، جس کے اپنے شیر چیتے، سانپ بچھو اور درند چرند ہیں جو سرکش نفس نے ہماری تنگنائے ذات کی پنہاں وسعتوں میں پال رکھے ہیں، اگر ضمیر سلامت اور روح معرفت آشنا نہ ہو اور اللہ کی توفیق شامل حال نہ ہو تو سرکش نفس اس خوفناک جنگل میں انسان کو بڑے چرکے لگاتا ہے "ان النفس لامارة بالسوء الا ما رحم ربی"۔

مذہب بیزار اور خدا بیگانہ موجودہ مادہ پرست، عالمگیر تمدن نے جدت پسندی روشن خیالی، شخصی آزادی لبرل طرز زندگی وغیرہ خوشنما الفاظ واصطلاحات کی آڑ میں ان سب آفتوں اور قباحتوں کو سند جواز عطا کیا ہے، جو انسان کی فطرتِ سلیمہ سے مزاحم ومتصادم ہیں، جب سے یہ اوباشانہ واباحت پسندانہ کلچر عام ہوا ہے ،نوع انسانی کی فطری اقدار اور انسانی زندگی کی مقدس روایات کو سخت نقصان پہنچا ہے، اور مشرق ومغرب میں معاشرے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔

اقبال کے آئیڈیل مسلم نوجوان کی شان گو کہ یہ ہونی چاہیے۔ ؎

شباب جس کا ہے بے داغ ضرب ہے کاری وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا

لیکن جوانی کے جنگل سے ہانپتے کانپتے گذرنے کے تجربے کا ایک تاثر یوں بھی ہے ۔ ؎

جوانی کے جنگل سے جب میں گذرا تو سخت گھبرایا بھی تھا روح کی آواز بھی تھی ایمان کا سایہ بھی تھا

کالا باغ کا کچھ حال احوال

کالا باغ ضلع میانوالی کا مشہور اور تاریخی قصبہ ہے، جو میانوالی سے جاتے ہوئے دریائے سندھ کے دائیں کنارے پر واقع ہے، ریلوے لائن اور سڑک دونوں کے ذریعے آر پار کے سرحد (پختونخوا) و پنجاب دونوں سے جڑا ہوا ہے، کالا باغ ڈیم کے متنازعہ منصوبہ نے گزشتہ کئی دہائیوں سے اس قصبہ اور دریائے سندھ کے کنارے پھیلے ہوئے وسیع ریگزار کو ملکی و بین الاقوامی توجہ اور شہرت عطا کی ہے۔ [1]

اس کی ایک وجہ شہرت صدر ایوب کے دور کے مردِ آہن، سن ۶۰ء کی دہائی میں (ون یونٹ کے تحت) مغربی پاکستان کے گورنر نواب امیر محمد خان نواب آف کالا باغ بھی ہیں۔ [2]

---

[1] کالا باغ ڈیم بجلی پیدا کر کے توانائی کی ملکی ضروریات کو پورا کرنے کا ایک بہت بڑا منصوبہ اور ماسٹر پلان ہے، جس پر ۱۹۵۳ء میں ہوم ورک شروع ہوا تھا، اس ماسٹر پلان کی منصوبہ بندی ڈیزائننگ، ہوم ورکنگ دنیا بھر کے ماہرین مالیات اور انجینئروں کی مشاورت و رہنمائی میں کئی سال کے عرصہ میں مکمل ہوئی، لیکن صوبہ سرحد اور صوبہ سندھ کے تحفظات اور اعتراضات کی وجہ سے یہ ملکی لیول کا انقلابی اور ترقیاتی منصوبہ نصف صدی سے کھٹائی میں پڑا ہوا ہے، غالباً صوبہ سرحد کے خدشات نوشہرہ، مردان اور آس پاس کی وادیوں کے اس ڈیم کے نتیجے میں سیلاب وغیرہ کے مواقع پر زیرِ آب آنے کے حوالے سے ہیں، صوبہ سرحد کا اس منصوبہ پر قابل ذکر اعتراض یہی ہے، صوبہ سندھ کا بڑا اعتراض کہ ڈیم بننے کی صورت میں سندھ کے ایک وسیع رقبے (گدو بیراج اور کوٹری بیراج کے مابین علاقے) میں آب پاشی کا نظام متاثر ہونے کے حوالے سے ہے، لیکن واپڈا کے سابق چیئرمین لیفٹننٹ جنرل زاہد علی اکبر نے ایوان صنعت و تجارت لاہور کے ایک بڑے اجلاس میں ان اعتراضات کا تفصیلی جائزہ لے کر ان دونوں خدشات کا محض بے بنیاد ہونے اور موہوم و فرضی احتمالات پر مبنی ہونے اور ڈیم کی معروضی صورتحال اور فوائد پر جو روشنی ڈالی ہے اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدشات محض جذباتیت پر مبنی ہیں، یا پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر قائم کیے گئے ہیں، ورنہ ڈیم کے نتیجے میں اس طرح کا نقصان دونوں صوبوں کا بالکل بھی نہیں ہوگا (ڈاکٹر زاہد علی اکبر کی توضیحات کے لیے ملاحظہ ہو سید قاسم محمود مرحوم کی رپورٹ، انسائیکلو پیڈیا پاکستانیکا 740)، جب کہ اس ڈیم کی ملک کے لیے اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ نوے کی دہائی کی ایک سرکاری رپورٹ کے مطابق کالا باغ ڈیم کی تعمیر سے ملک کو سالانہ سوا تیس ارب روپے کی آمدنی اور پچیس ارب روپے کی سالانہ زرمبادلہ کی بچت ہوگی، نیز ملک کو پانچ ہزار میگاواٹ سے زیادہ کی بجلی درکار ہے، جب کہ ملک میں بجلی کی پیداوار ابھی کافی کم ہے، یہ ڈیم بننے کے نتیجے میں یہ کمی دور ہو جائے گی، اور ہم مانگے تانگے کے کرائے کے بجلی گھروں کے محتاج نہ رہیں گے۔

[2] نواب امیر محمد خان ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے، آکسفورڈ یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ تھے، ملک کے بڑے جاگیرداروں میں آپ کا شمار ہوتا تھا، ۱۹۵۱ء میں پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے، بعد کے عرصہ میں مختلف قومی سطح کے اداروں کے سربراہ رہے، تنظیمی صلاحیتوں کے مالک اور ملک کے خیر خواہ اور دیانت داری سے کام کرنے والے تھے، اپریل ۱۹۶۰ء میں صدر ایوب کی گورنمنٹ میں صوبہ مغربی پاکستان (موجودہ پورا پاکستان) کے گورنر مقرر ہوئے، اسٹیبلشمنٹ افسر شاہی اور بیوروکریسی کو آپ نے اپنی تنظیمی صلاحیت اور سخت گیر مزاج کی وجہ سے اپنے قابو میں کر لیا تھا، ملکی سیاست پر بھی حاوی اور صدر ایوب کی پالیسیوں اور حکمت عملی میں دخیل تھے، صدر کی شخصیت پر بھی اثر انداز رہتے تھے، ۱۹۵۸ء میں جب ملک میں زرعی اصلاحات نافذ ہوئیں تو آپ نے اپنی جاگیر میں سے ۲۲ ہزار ایکڑ زمین زرعی کمیشن کے سپرد کر دی، (ایک ایکڑ آٹھ کنال کا ہوتا ہے) (ملاحظہ ہو پاکستانیکا انسائیکلو پیڈیا ۲۵۲)، ستمبر ۶۶ء میں آپ گورنری سے مستعفی ہوئے، جنرل موسیٰ نے آپ کی سیٹ سنبھالی، ستمبر ۶۷ میں جائیداد کے تنازعے میں قتل ہوئے۔

کالا باغ ڈیم کا تنازعہ پاکستان کے داخلی سطح کا گویا کہ مسئلہ کشمیر ہے، کالا باغ میں دریائے سندھ کا پاٹ خوب چوڑا اور پھیلا ہوا ہے، میل بھر کے قریب ہوگا۔ ۱؎

کالا باغ قصبہ اور بازار بالکل لب دریا واقع ہیں، روڈ کے راستے قصبے میں داخلہ دریائے سندھ پر بنے ہوئے بہت بڑے اور پرانے برج نما قوی ہیکل آہنی پل کے ذریعے ہوتا ہے، یہ راستہ مقامی آمدورفت اور معمولی ٹریفک کے لیے ہی موزوں اور زیر استعمال ہے، ورنہ یہاں سے گزر کے آگے جانے کے لیے صحیح اور عام راستہ کالا باغ قصبے سے باہر ہی باہر جناح بیراج والا راستہ ہے، جہاں سے لانگ روٹ کی گاڑیاں گذرتی ہیں، اور جناح بیراج تو جناح بیراج ہے، اس کے پل کے کیا کہنے۔ (جاری ہے......)

۱؎ ازمنہ وسطی میں وسطی ایشیا اور افغانستان کی طرف سے آنے والے جنگجو فاتحین اور لشکروں کے راستے درہ خیبر کے علاوہ دریائے سندھ کے مختلف گھاٹوں سے بھی گذرتے تھے، جن میں سے کالا باغ گھاٹ، کندیاں گھاٹ معروف تھے، اور درہ خیبر کے راستے سے آنے والے بھی اٹک گھاٹ پر سندھ کو پار کرتے تھے، کالا باغ گھاٹ، کندیاں گھاٹ اور اس کے علاوہ آس پاس کے دیگر چھوٹے چھوٹے گھاٹ پار کر کے یہ جنگجو لشکر یا قافلے میانوالی اور پوٹھوار کے علاقے سے گذرتے تھے، یہاں سخت جان اور سرکش و جنگجو قبیلہ گکھڑ سے ان کا پالا پڑتا تھا، جو ان حملہ آوروں اور آنے والوں کو میانوالی اور پوٹھوار کے ان علاقوں میں قدم جمانے نہیں دیتے تھے (حوالہ سابقہ)

مقالات ومضامین　　مفتی منظور احمد

تجارت انبیاء وصلحاء کا پیشہ (قسط۲)

شرکت کے بعد تجارت کی بڑی قسم مضاربت ہے جس میں سرمایہ ایک شخص کی طرف سے ہوتا ہے اور محنت دوسرے کی ہوتی ہے اور نفع میں دونوں شریک ہوتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مضاربت بھی کی ہے چنانچہ آپ نے حضرت خدیجہ کبری رضی اللہ عنہا کے ساتھ مضاربت کا معاملہ کیا ہے، جس کی تفصیل حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ یوں بیان کرتے ہیں:

''حضرت خدیجہ عرب کے شریف خاندان کی بڑی مالدار عورت تھیں، ان کی شرافت نسبی اور عفت و پاکدامنی کی وجہ سے جاہلیت اور اسلام میں لوگ ان کو طاہرہ کے نام سے پکارتے تھے ،قریش جب اپنا قافلہ تجارت کے لیے روانہ کرتے تو حضرت خدیجہ بھی اپنا مال کسی کو دے کر روانہ کرتیں، ایک حضرت خدیجہ کا سامان قریش کے کل سامان کے برابر ہوتا تھا، جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پچیس سال کی ہوئی اور گھر گھر آپ کی امانت و دیانت کا چرچا ہوا اور کوئی شخص مکہ میں ایسا نہ رہا کہ آپ کو امین کے لقب سے نہ پکارتا ہو تو حضرت خدیجہ نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر آپ میرا مال تجارت کے لیے لے کر شام جائیں تو آپ کو بہ نسبت دوسروں کے المضاعف (دوگنا) معاوضہ دوں گی، آپ نے اپنے چچا ابو طالب کی مالی مشکلات کی وجہ سے اس پیغام کو قبول فرمایا اور حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے جب بصری پہنچے تو ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھے وہاں ایک راہب رہتا تھا جس کا نام نسطورا تھا، وہ دیکھ کر آپ کی طرف آیا اور آپ کو دیکھ کر یہ کہا کہ عیسی بن مریم کے بعد سے لے کر اب تک یہاں آپ کے سوا اور کوئی نبی نہیں اترا پھر میسرہ سے کہا کہ ان کی آنکھوں میں یہ سرخی ہے اور یہ سرخی ان سے کبھی جدا نہیں ہوتی، راہب بولا:

''هو هو وهو نبي وهو آخر الأنبياء ''

''یہ وہی نبی ہے، اور یہ آخری نبی ہے''۔

پھر آپ خرید و فروخت میں مشغول ہوئے اسی دوران ایک شخص آپ سے جھگڑنے لگا اور اس

نے آپ سے کہا کہ آپ لات وعزی کی قسم کھائیں آپ نے فرمایا کہ میں کبھی لات وعزی کی قسم نہیں کھائی اور اتفاقا جب کبھی میرا لات وعزی پر گذر بھی ہوتا ہے تو میں اعراض وکنارہ کشی کے ساتھ وہاں سے گزر جاتا ہوں، یہ سن کر اس شخص نے کہا کہ بے شک، بات تو آپ ہی کی ہے یعنی صادق وسچے ہیں، پھر اس شخص نے کہا واللہ یہ وہی شخص ہے جس کی شان اور صفت کو ہمارے علماء اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

میسرہ کا بیان ہے کہ جب دوپہر ہوتی اور گرمی کی شدت ہوتی تو میں فرشتوں کو دیکھتا کہ آپ پر سایہ کر لیتے ہیں، جب آپ شام سے واپس ہوئے تو دوپہر کا وقت تھا، اور دوفرشتے آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے۔ حضرت خدیجہ نے جب بالا خانے سے آپ کو اس شان سے آتے ہوئے دیکھا تو پاس کی تمام عورتوں کو بھی دکھلایا، تمام عورتیں تعجب کرنے لگیں، بعدازاں میسرہ نے سفر کے تمام حالات وواقعات سنائے اور آپ نے مال تجارت حضرت خدیجہ کے سپرد کیا، اس مرتبہ آپ کی برکت سے حضرت خدیجہ کو اس قدر منافع ہوا کہ اس سے بیشتر کبھی اتنا نفع نہ ہوا تھا، حضرت خدیجہ جتنا معاوضہ آپ سے مقرر کیا تھا اس سے زیادہ دیا'' (سیرۃ المصطفی ج۱ص۱۲۶ تا ۱۲۸)

تجارت کی ایک قسم بیع وشراء ہے یعنی سادہ خرید وفروخت، حضو اقدس ﷺ نے خرید وفروخت بھی کی ہے ایسے واقعات تو بہت ہیں نمونے کے لیے چند واقعات ذکر کیے جاتے ہیں:

ایک کہ حضور اقدس ﷺ نے دو یتیموں سے ایک احاطہ خریدا تھا جس میں مسجد نبوی اور حجرے بنائے جس کی تفصیل یہ بیان کی گئی ہے کہ ہجرت کر کے آپ جب مدینہ طیبہ پہنچے تو آپ کی اونٹنی جس جگہ بیٹھی وہ جگہ دو یتیموں کی کھجور خشک کرنے کی جگہ تھی، آپ نے اس کے بارے میں لوگوں سے پوچھا کہ یہ جگہ کس کی ملکیت ہے تو معلوم ہوا کہ یہ جگہ سہل اور سہیل دو یتیموں کی ہے، آپ نے ان دونوں یتیموں کو بلایا تا کہ ان سے یہ قطعہ خرید کر مسجد بنائیں اور ان کے چچا سے جن کی تربیت میں یہ دونوں یتیم تھے خرید وفروخت کی گفتگو فرمائی، ان دونون نے کہا: ہم اس جگہ کو بلا معاوضہ آپ کو دیتے ہیں آپ نے اس کو قبول نہیں فرمایا اور قیمت دے کر اسے خرید فرمایا، ایک روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس جگہ کی قیمت دینے کا حکم دیا انہوں نے دس دینار اس کی قیمت ادا کی (سیرۃ المصطفیٰ، ج۱ص۴۶۰)

Iqra Ghufran

دوسرا یہ کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خریدا تھا جس کی تفصیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے یوں بیان کی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا، میں جس اونٹ پر سوار تھا وہ بڑا سست تھا اور سب لوگوں کی سواریوں سے پیچھے رہ گیا تھا، رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گذرے تو پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا جابر بن عبداللہ، آپ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا میرا اونٹ سست ہے، آپ نے فرمایا کیا تمہارے پاس چھڑی ہے؟ میں نے کہا جی ہاں، آپ نے فرمایا مجھے دو، میں نے دی، آپ نے اسے مارا اور جھڑکا تو وہ سب لوگوں سے آگے نکل گیا، آپ نے فرمایا یہ مجھے بیچ دو، میں نے کہا میں ویسے ہی آپ کو دیتا ہوں، آپ نے فرمایا نہیں مجھے بیچ دو، میں چار دینار میں آپ سے خریدتا ہوں، لیکن تم مدینہ تک اسی پر سواری کر سکتے ہو، جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو میں گھر جانے لگا تو آپ نے فرمایا کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا میں نے ایک عورت سے شادی کیا ہے جس سے خلوت ہو چکی ہے، یعنی مطلقہ یا بیوہ ہے تو آپ نے فرمایا کنواری سے کیوں نہ کی تم اس سے کھیلتے اور وہ تمہارے ساتھ کھیلتی، میں نے کہا میرے والد فوت ہو چکے ہیں اور انہوں نے بیٹیاں چھوڑی ہیں اس لیے میری یہ خواہش تھی کہ ایسی عورت کے ساتھ نکاح کروں جو تجربہ کار ہو، تو آپ نے فرمایا پھر ٹھیک ہے۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو آپ نے فرمایا: بلال ان کو قیمت ادا کر دو اور کچھ زیادہ دینا انہوں مجھے چار دینار اور ایک قیراط زیادہ دیا، حضرت جابر نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جو قیراط زائد دیا گیا اسے اپنے پاس رکھوں گا، چنانچہ وہ قیراط ہمیشہ حضرت جابر کے تھیلے میں رہتا تھا (بخاری، کتاب الوکالۃ، باب اذا وکل رجل رجلا ان یعطی شیئا، ج ۳ ص ۱۰۰)

ایک انصاری شخص حضور اقدس ﷺ کے پاس مانگنے کے لیے آئے تو آپ نے ان سے پوچھا کیا تمہارے پاس گھر میں کچھ ہے؟ انہوں نے کہا ہاں ایک ٹاٹ اور ایک پیالہ ہے، آپ ان سے وہ منگوائے اور ان کی بولی لگائی جس کے نتیجے میں ان کو دو درہم میں بیچا، اور فرمایا کہ ایک درہم سے اپنے کھانے پینے کا سامان خریدو اور دوسرے سے ایک کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ، وہ لے کر آیا تو آپ نے اپنے دست مبارک سے اس میں دستہ لگایا اور فرمایا کہ جاؤ اس سے لکڑیاں کاٹو، اور میں تمہیں پندرہ دن تک یہاں نہ دیکھوں ، وہ گئے اور لکڑیاں کاٹ کر بیچتے رہے پندرہ دن بعد آئے تو وہ دس درہم کما چکے تھے جن میں سے کچھ کا کھانا خریدا اور کچھ کا کپڑا، آپ نے فرمایا کہ تمہارا خود محنت کر کے کمانا اس سے بہتر ہے کہ تم قیامت کے دن اس حالت میں آؤ کہ سوال کا داغ تمہارے چہرے پر ہو (سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب ماتجوز فیہ المسئلۃ ،

ج۲ص۱۲۰،رقم الحدیث۱۶۴۱)

اس میں حضوراقدس ﷺ نے فروخت کی ایک خاص قسم جسے ’’بیع من یزید‘‘ کہا جاتا ہے اسے اختیار فرمایا، اسے موجودہ دور میں بولی لگانا کہا جاتا ہے۔

حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہ سے حضوراقدس ﷺ نے کوئی چیز خریدی اور باقاعدہ تحریر بھی لکھی جس کے مندرجات یہ تھے، محمد رسول اللہ نے عداء بن خالد سے یہ چیز خریدی ہے جوایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کے ساتھ بیع ہے، مبیع میں نہ کوئی بیماری ہے، نہ کوئی دھوکہ ہے، اور نہ ہی کوئی حرمت ہے (شرح السنة للبغوی، باب خیار المتبایعین، ج۸ص۴۵)

حضوراقدس ﷺ کے بازار میں جا کر خرید وفروخت ہی کی وجہ سے مشرکین آپ پر یہ اعتراض کیا تھا کہ:

مَالِهَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ (سورة الفرقان:۲۵،آیة:۷)

’’یہ کیسا رسول ہے جو کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں بھی چلتا پھرتا ہے؟‘‘

اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ(سورة الفرقان :۲۵،آیة ۲۰)

’’اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے، وہ سب ایسے تھے کہ کھانا بھی کھاتے تھے، اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے‘‘

جس سے یہ ثابت ہوا کہ بازار میں جا کر خرید وفروخت کرنا شان نبوت کے منافی نہیں صرف یہ نبی ہی نہیں بلکہ ان سے پہلے نبی بھی صنعت اور تجارت کا پیشہ کرتے تھے (التفسیر المظہری، سورۃ الفرقان، ج۷ص۱۷) (جاری ہے......)

Idara Ghufran

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

تداعی کے ساتھ جماعتی ذکر (قسط۱۲)

(چند شبہات کا ازالہ)

حضرت عبداللہ بن رواحہ کا اپنے اصحاب کو تذکیر فرمانے کا واقعہ

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَوَاحَةَ الْأَنْصَارِیِّ وَهُوَ یُذَکِّرُ أَصْحَابَهُ ,فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ :أَمَا إِنَّکُمُ الْمَلَأُ الَّذِینَ أَمَرَنِی اللَّهُ أَنْ أَصْبِرَ نَفْسِی مَعَکُمْ ,ثُمَّ تَلا هَذِهِ الْآیَةَ (وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِینَ یَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِیِّ) إِلَی قَوْلِهِ :(وَکَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا)أَمَا إِنَّهُ مَا جَلَسَ عِدَّتُکُمْ إِلَّا جَلَسَ مَعَهُمْ عِدَّتُهُمْ مِنَ الْمَلَائِکَةِ إِنْ سَبَّحُوا اللَّهَ سَبَّحُوهُ , وَإِنْ حَمِدُوا اللَّهَ حَمِدُوهُ ,وَإِنْ کَبَّرُوا اللَّهَ کَبَّرُوهُ ,ثُمَّ یَصْعَدُونَ إِلَی الرَّبِّ وَهُوَ أَعْلَمُ مِنْهُمْ ,فَیَقُولُونَ :یَا رَبَّنَا ,عِبَادُکَ سَبَّحُوکَ فَسَبَّحْنَا , وَکَبَّرُوکَ فَکَبَّرْنَا ,وَحَمِدُوکَ فَحَمِدْنَا ,فَیَقُولُ رَبُّنَا :یَا مَلَائِکَتِی أُشْهِدُکُمْ أَنِّی قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ ,فَیَقُولُونَ :فِیهِمْ فُلَانٌ وَفُلَانٌ الْخَطَّاءُ ,فَیَقُولُ: هُمُ الْقَوْمُ لا یَشْقَی بِهِمْ جَلِیسُهُمْ (المعجم الصغیر للطبرانی، رقم الحدیث ۱۰۷۴،والـلفظ له،حلیة الأولیاء، ج۵ص۱۱۸ ،عَمْرُو بْنُ قَیْسٍ الْمُلَائِیُّ قَالَ الشَّیْخُ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَی :وَمِنْهُمُ الْقَارِءُ الْخَاشِعُ، وَالْمِسْکِینُ الْمُتَوَاضِعُ عَمْرُو بْنُ قَیْسٍ الْمُلَائِی) [۱]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ کے قریب سے گزرے، اور وہ اپنے ساتھیوں کو تذکیر فرما رہے تھے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک تم وہ جماعت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں اپنے آپ کو تمہارے ساتھ

---

[۱] قال الطبرانی: لَمْ یَرْوِهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ ذَرٍّ إِلَّا مُحَمَّدُ بْنُ حَمَّادٍ، تَفَرَّدَ بِهِ عِیسَی بْنُ الْمُنْذِرِ ,وَلَا یُرْوَی عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِلَّا بِهَذَا الْإِسْنَادِ.

وقال الهیثمی: رواه الطبرانی فی الصغیر، وفیه محمد بن حماد الکوفی، وهو ضعیف(مجمع الزوائد، ج۱۰ ص۷۶)

روک کر رکھوں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سورہ کہف کی) یہ آیت تلاوت فرمائی کہ:

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ سے لے کر

وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا. تک

(اور آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ رکھو جو اپنے رب کی صبح اور شام عبادت کرتے ہیں، آخر آیت تک)

اور فرمایا کہ تم میں سے چند لوگ جب بھی بیٹھتے ہیں، تو ان کے ساتھ چند فرشتے بھی بیٹھتے ہیں، اگر وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کریں، تو وہ فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اور اگر وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کریں، تو وہ فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں، اور اگر وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کریں، تو وہ فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے ہیں، پھر وہ فرشتے رب تعالیٰ کی طرف چڑھ کر جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی حالت کو خوب جانتے ہیں، پھر وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب آپ کے بندوں نے آپ کی تسبیح بیان کی، تو ہم نے بھی آپ کی تسبیح بیان کی، اور انہوں نے آپ کی بڑائی بیان کی، تو ہم نے بھی آپ کی بڑائی بیان کی، اور انہوں نے آپ کی حمد بیان کی، تو ہم نے بھی آپ کی حمد بیان کی، پھر رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتوں میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی مغفرت کردی، پھر فرشتے کہتے ہیں کہ ان میں فلاں اور فلاں خطاوار بھی تھے؟ تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کی وجہ سے ان کے ہم نشین محروم نہیں ہونگے (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے مروّجہ اجتماعی ذکر کی مجالس کے بعض مدعی حضرات نے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو ذکر کرا رہے تھے، جس سے اس طرح کے اجتماعی ذکر کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ جس میں ایک شخص دوسروں کو ذکر کرائے، یعنی ایک شخص کی اقتداء میں سب مجلس کے لوگ آواز ملا کر ذکر کریں۔

مگر ان حضرات کا یہ استدلال درست معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ اس حدیث میں ''يُذَكِّرُ أَصْحَابَهُ'' کے الفاظ ہیں، اور تذکیر کے معنیٰ دوسروں کو وعظ و نصیحت اور ترغیب و ترہیب کرنے کے آتے ہیں۔ [۱]

کئی احادیث میں یہ الفاظ اسی معنیٰ میں استعمال ہوئے ہیں، بلکہ قرآن مجید میں بھی ان الفاظ کا استعمال اسی معنیٰ میں ہوا ہے۔

---

[۱] وقوله :(يذكر الناس) عطف عليه داخل في حكمه، انتهى، التذكير هو الوعظ والنصيحة، وذكر ما يوجب الخوف والرجاء من الترهيب والترغيب(مرقاة المفاتيح،باب الخطبة والصلاة)

چنانچہ قرآن مجید میں ایک مقام پر ارشاد ہے کہ:

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ(سورة الذاريات، آيت ۵۵)

ترجمہ: اور آپ نصیحت کرتے رہیے، کیونکہ نصیحت کرنا مومنین کو نفع دیتا ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ يَوْمَ الْعِيدِ، فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ، بِغَيْرِ أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ، ثُمَّ قَامَ مُتَوَكِّئًا عَلَى بِلَالٍ، فَأَمَرَ بِتَقْوَى اللهِ، وَحَثَّ عَلَى طَاعَتِهِ، وَوَعَظَ النَّاسَ وَذَكَّرَهُمْ، ثُمَّ مَضَى حَتَّى أَتَى النِّسَاءَ، فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ، فَقَالَ :تَصَدَّقْنَ، فَإِنَّ أَكْثَرَكُنَّ حَطَبُ جَهَنَّمَ (مسلم، رقم الحديث ۸۸۵"۴")

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید کے دن نماز میں حاضر ہوا، تو آپ نے خطبہ سے پہلے بغیر اذان واقامت کے نماز پڑھائی، پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا سہارا لے کر کھڑے ہوئے، پھر (لوگوں کو مخاطب کر کے) اللہ کے تقویٰ کا حکم فرمایا، اور اللہ کی اطاعت پر ابھارا، اور لوگوں کو وعظ وتذکیر فرمائی، پھر فارغ ہو کر خواتین کی طرف تشریف لائے، پھر ان کو وعظ وتذکیر فرمائی، اور فرمایا کہ اے عورتو! صدقہ دیا کرو، کیونکہ تم اکثر جہنم کا ایندھن ہو (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں وعظ کو تذکیر فرمایا گیا ہے۔ [1]

اور حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَمِيسٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ :يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ

---

[1] (وعن جابر، قال شهدت) أى :حضرت .(الصلاة) أى :صلاة العيد .(مع النبى -صلى الله عليه وسلم - في يوم عيد) أى :من الأعياد .(فبدأ بالصلاة قبل الخطبة بغير أذان ولا إقامة) : كما هو عادته -صلى الله عليه وسلم -.(فلما قضى الصلاة قام متكئا على بلال) : قال الطيبى :فيه أن الخطيب ينبغى أن يعتمد على شىء كالقوس، والسيف، والعترة، والعصا، أو يتكء على إنسان اهـ .وتعقبه ابن حجر بما هو خلاف الظاهر .(فحمد الله) أى :شكره .(وأثنى عليه) : بما ألهم إليه .(ووعظ الناس) قال الراغب :الوعظ زجر مقترن بتخويف .وقال الخليل :هو التذكير بالخير فيما يرق له القلب، فقوله :(وذكرهم) : بالتشديد عطف تفسيرى اهـ.(مرقاة المفاتيح،باب صلاة العيدين)

لَوَدِدْتُ أَنَّکَ ذَکَّرْتَنَا کُلَّ یَوْمٍ؟ قَالَ :أَمَا إِنَّهُ یَمْنَعُنِی مِنْ ذٰلِکَ أَنِّی أَکْرَهُ أَنْ أُمِلَّکُمْ، وَإِنِّی أَتَخَوَّلُکُمْ بِالْمَوْعِظَةِ، کَمَا کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَخَوَّلُنَا بِهَا، مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَیْنَا (بخاری، رقم الحدیث ۷۰، واللفظ لهٗ،صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۴۵۲۴،ذِکْرُ مَا یُسْتَحَبُّ لِلْإِمَامِ اسْتِعْمَال الْوَعْظِ لِرَعِیَّتِهٖ فِی بَعْضِ الْأَیَّامِ لِیَتَقَوَّی بِهِ الْمُنْتَشِرِ فِی الْحَالِ، وَیَبْتَدِءُ فِیهِ الْمَرْوِیِّ فِیهِ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ لوگوں کو ہر جمعرات کو تذکیر فرماتے تھے، اس پر ایک آدمی نے آپ سے عرض کیا کہ اے ابوعبدالرحمٰن میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ ہمیں ہر روز تذکیر فرمایا کریں، تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے ہر روز تذکیر کرنے سے اس چیز نے منع کیا ہے کہ میں اس چیز کو ناپسند کرتا ہوں کہ تم میں اکتاہٹ پیدا کروں، اور میں تمہیں وقتاً فوقتاً وعظ کا عہد دیتا ہوں، جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے عہد لیتے تھے، ہم پر اکتاہٹ کے خوف کی وجہ سے (ترجمہ ختم)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ’’تذکیر‘‘ کے اصل معنیٰ وعظ ونصیحت کرنے کے آتے ہیں۔

البتہ بعض حضرات نے ’’مذکّر‘‘ اور واعظ میں یہ فرق کیا ہے کہ ’’مذکّر‘‘ وہ ہے جو کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائے، اور انہیں اللہ تعالیٰ کے شکر پر ابھارے، اور واعظ وہ ہے جو کہ لوگوں کو اللہ کا خوف دلائے، اور لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائے، اور انہیں گناہوں سے باز رہنے کی تلقین کرے۔ [1]

جہاں تک مذکورہ حدیث میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح ،حمد اور بڑائی بیان کرنے کا ذکر ہے، تو اس سے مراد وعظ ونصیحت کے طور پر اللہ تعالیٰ کی تسبیح، حمد اور بڑائی بیان کرنا ہے۔

اور جب ایک شخص وعظ ونصیحت کی شکل میں اللہ کی تسبیح، حمد اور بڑائی بیان کرے، اور دوسرے اہلِ مجلس اس کی سماعت کریں، تو وہ سب اس عمل میں شریک سمجھے جاتے ہیں۔

لٰہذا مذکورہ حدیث سے اس طرح کے اجتماعی ذکر کی فضیلت پر استدلال کرنا درست معلوم نہیں ہوتا کہ جس میں ایک شخص کی اقتداء میں دوسرے اہلِ مجلس آواز ملا کر ذکر کریں۔

---

[1] وَقِیلَ :إِنَّ الْمُتَکَلِّمِینَ عَلَی النَّاسِ ثَلاثَةُ أَصْنَافٍ :مُذَکِّرٌ، وَوَاعِظٌ، وَقَاصٌّ، فَالْمُذَکِّرُ :الَّذِی یُذَکِّرُ النَّاسَ آلاءَ اللّٰهِ وَنَعْمَاءَهٗ، یَبْعَثُهُمْ بِهٖ عَلَی الشُّکْرِ لَهٗ .وَالْوَاعِظُ :یُخَوِّفُهُمْ بِاللّٰهِ، وَیُنْذِرُهُمْ عُقُوبَتَهٗ، وَیَرْدَعُهُمْ عَنِ الْمَعَاصِی.وَالْقَاصُّ :هُوَ الَّذِی یَرْوِی أَخْبَارَ الْمَاضِینَ، وَیَسْرِدُ عَلَیْهِمُ الْقَصَصَ، فَلا یُؤْمَنُ فِیهَا الزِّیَادَةَ وَالنُّقْصَانَ، وَالْوَاعِظُ وَالْمُذَکِّرُ مَأْمُونٌ عَلَیْهِمَا ذٰلِکَ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ(شرح السنة،بَابُ التَّوَقِّی عَنِ الْفُتْیَا)

بسلسلہ : تاریخی معلومات

مولانا طارق محمود

ماہِ ذیقعدة: پانچویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ ذیقعدہ ۴۵۴ھ: میں حضرت ابومحمد حسن بن علی بن محمد بن حسن شیرازی بغدادی جوہری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص۶۸)

□......ماہِ ذیقعدہ ۴۵۴ھ: میں حضرت ابوحفص عمر بن احمد بن محمد بن حسن بن شاہین فارسی شاہینی سمرقندی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص۱۲۷)

□......ماہِ ذیقعدہ ۴۵۶ھ: میں حضرت ابوسعید محمد بن علی بن محمد بن احمد بن حبیب نیشاپوری خشاب صفار رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص۱۵۱)

□......ماہِ ذیقعدہ ۴۶۰ھ: میں حضرت ابوعمر احمد بن محمد بن عیسیٰ بن ہلال قرطبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص۳۰۶)

□......ماہِ ذیقعدہ ۴۶۳ھ: میں حضرت ابوعلی حسان بن سعید بن حسان بن محمد بن احمد بن عبداللہ بن محمد بن منیع بن خالد بن عبدالرحمٰن بن سیف اللہ خالد بن ولید مخزومی خالدی منیعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص۲۶۷)

□......ماہِ ذیقعدہ ۴۶۶ھ: میں حضرت ابوعلی حسن بن عمر بن حسن بن یونس اصبہانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص۳۳۸)

□......ماہِ ذیقعدہ ۴۶۷ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن حسن بن علی بن ابی الطیب باخرزی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص۳۶۴)

□......ماہِ ذیقعدہ ۴۶۸ھ: میں حضرت ابوالقاسم یوسف بن محمد بن یوسف بن حسن ہمذانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص۳۴۹)

□......ماہِ ذیقعدہ ۴۶۸ھ: میں حضرت ابوجعفر مسعود بن عبدالعزیز بن محسن ہاشمی عباسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص۴۱۰)

□......ماہِ ذیقعدہ ۴۶۹ھ: میں حضرت ابوالقاسم حاتم بن محمد بن عبدالرحمٰن بن حاتم تمیمی اندلسی قرطبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص۳۳۷)

□......ماہِ ذیقعدہ ۴۶۹ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن علی بن حسین بن سکینہ انماطی بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۳۴۶)

□......ماہِ ذیقعدہ ۴۷۲ھ: میں حضرت ابوعلی حسن بن عبدالرحمٰن بن حسن مکی شافعی حناط رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۳۸۵)

□......ماہِ ذیقعدہ ۴۷۲ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن حسان بن محمد نیشاپوری شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۳۹۱)

□......ماہِ ذیقعدہ ۴۷۴ھ: میں حضرت ابومحمد احمد بن ابی عثمان حسن بن محمد بن عمرو بن منتاب بصری بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۵۶۰)

□......ماہِ ذیقعدہ ۴۸۰ھ: میں حضرت ام البنین فاطمہ بنت الحسن بن علی دقاق رحمہا اللہ کی وفات ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۴۸۰)

□......ماہِ ذیقعدہ ۴۸۶ھ: میں حضرت ابوالفضل عبداللہ بن علی بن احمد بن محمد بن زکری بغدادی دقاق رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۶۰۴)

□......ماہِ ذیقعدہ ۴۸۶ھ: میں حضرت ابوالقاسم عبدالواحد بن علی بن محمد بن فہد بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج ۱۸ ص ۶۰۵)

□......ماہِ ذیقعدہ ۴۸۶ھ: میں حضرت ابومسعود سلیمان بن ابراہیم بن محمد بن سلیمان اصبہانی ملنجی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۳۵۸،طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۴۴۲)

□......ماہِ ذیقعدہ ۴۸۸ھ: میں حضرت ابویوسف عبدالسلام بن محمد بن یوسف بن بندار قزوینی مفسر رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۶۲۰)

□......ماہِ ذیقعدہ ۴۹۱ھ: میں حضرت ابومحمد حسن بن احمد بن محمد بن قاسم بن جعفر سمرقندی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۲۰۶)

□......ماہِ ذیقعدہ ۴۹۲ھ: میں حضرت ابوتراب عبدالباقی بن یوسف بن علی بن صالح بن عبدالملک بن ہارون مراغی تریزی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۱۷۱)

□......ماہِ ذیقعدہ ۴۹۴ھ: میں حضرت ابومنصور سعد بن علی بن حسن عجلی اسدابازی ہمذانی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص ۱۹۷)

Idara Ghufran

بھلائیوں اور بُرائیوں سے متعلق ایک جامع مسنون دعا

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا میں سے (ایک دعا) یہ بھی تھی کہ:

اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِکَ مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ، وَقَلْبٍ لَا یَخْشَعُ، وَدُعَاءٍ لَا یُسْمَعُ، وَنَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَمِنَ الْجُوْعِ، فَإِنَّهٗ بِئْسَ الضَّجِیْعُ، وَمِنَ الْخِیَانَةِ فَإِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ، وَمِنَ الْکَسَلِ، وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ، وَمِنَ الْهَرَمِ، وَمِنْ أَنْ أُرَدَّ إِلٰی أَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ، وَفِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ، اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُکَ قُلُوْبًا أَوَّاهَةً مُخْبِتَةً مُنِیْبَةً فِیْ سَبِیْلِکَ، اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُکَ عَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ، وَمُنْجِیَاتِ أَمْرِکَ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ کُلِّ إِثْمٍ، وَالْغَنِیْمَةَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ، وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ، وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ.

ترجمہ: اے اللہ میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں ایسے علم سے جو نفع دینے والا نہ ہو اور ایسے دل سے جو ڈرنے والا نہ ہو اور ایسی دعا سے جو قبول ہونے والی نہ ہو اور ایسے نفس سے جو سیر ہونے والا نہ ہو، اور بھوک سے کہ وہ بُرا ساتھی ہے، اور خیانت سے کہ وہ بُرا ہمراز ہے، اور سستی سے اور بخل سے اور بزدلی سے اور بڑھاپے سے اور ناکارہ عمر تک پہنچنے سے، اور دجال کے فتنے سے اور قبر کے عذاب سے اور زندگی اور موت کے فتنے سے۔ اے اللہ! ہم آپ سے ایسے دل مانگتے ہیں جو متأثر ہوں (یعنی اثر قبول کریں) اور عاجزی کرنے والے ہوں، اور آپ کے راستے میں رجوع ہونے والے ہوں، اے اللہ! ہم آپ سے آپ کی بخشش کے اسباب، اور نجات دینے والے کام، اور ہر گناہ سے بچا رہنے اور ہر نیکی کے حاصل کرنے اور جنت (حاصل ہونے) کی کامیابی اور آگ سے نجات کا سوال کرتے ہیں (مستدرک حاکم؛ الدعوات الکبیر للبیہقی)

سنجیدگی، مذاق اور بھول کر کیے جانے والے گناہوں سے بخشش مانگنا

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات سے دعا مانگا کرتے تھے کہ:

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَهْلِیْ، وَإِسْرَافِیْ فِیْ أَمْرِیْ کُلِّهٖ، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ خَطَایَایَ، وَعَمْدِیْ وَجَهْلِیْ وَهَزْلِیْ، وَکُلُّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، وَأَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ.

ترجمہ: اے میرے رب! میری خطاؤں کو، میری نادانی کو اور میرے معاملہ میں میری زیادتی کو اور جو مجھ سے آپ جانتے ہیں ان کو معاف فرما دیجئے۔ اے اللہ! میری (بغیر ارادے کے ہونے والی) خطاؤں کو، اور میرے گناہوں کو، اور میری جہالت سے کئے ہوئے اور میرے مذاق سے کئے ہوئے اور ہر وہ عمل جو میرے نزدیک گناہ ہے معاف فرما دیجئے۔ اے اللہ! میرے پہلے والے عمل کو اور بعد والے عمل کو اور میرے چھپے ہوئے عمل کو اور میرے ظاہری عمل کو معاف فرما دیجئے۔ آپ ہی آگے کرنے والے اور آپ ہی پیچھے کرنے والے ہیں اور آپ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں (بخاری، رقم الحدیث ۶۳۹۸، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اللہم اغفرلی ماقدمت وما أخرت، واللفظ لہ؛ مسلم، رقم الحدیث ۲۷۱۹)

بزدلی، بخل، ناکارہ عمر وغیرہ اور قبر کے عذاب سے پناہ کی دعا

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جن کلمات کے ذریعے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پناہ طلب کیا کرتے تھے، اُن کلمات کے ذریعے پناہ طلب کیا کرو (وہ کلمات یہ ہیں کہ):

اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُبْنِ، وَأَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبُخْلِ، وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْ أَنْ أُرَدَّ إِلٰی أَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْیَا، وَعَذَابِ الْقَبْرِ

ترجمہ: اے اللہ میں آپ کے ذریعے سے پناہ چاہتا ہوں بزدلی سے اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں بخل سے اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں ناکارہ عمر تک پہنچوں اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں دنیا کے فتنے سے اور قبر کے عذاب سے (بخاری، رقم الحدیث ۶۳۷۴، باب الاستعاذۃ من أرذل العمر، ومن فتنۃ الدنیا وفتنۃ النار)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے کہ:

اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ، وَشَرِّ مَا لَمْ أَعْمَلْ.

ترجمہ: اے اللہ میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں اپنے کئے ہوئے عمل کی بُرائی سے، اور اپنے نہ کئے ہوئے عمل کی بُرائی سے (مسلم، رقم الحدیث ۲۷۱۶، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم یعمل)

Idara Ghufran

نفس کی پاکیزگی حاصل کرنے کی دعا

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ:

اَللّٰهُمَّ إِنِّىْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ، وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ، وَالْبُخْلِ، وَالْهَرَمِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ. اَللّٰهُمَّ آتِ نَفْسِىْ تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا، اَللّٰهُمَّ إِنِّىْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا.

ترجمہ: اے اللہ میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں عاجز ہونے اور سستی اور بزدلی اور بخل اور بڑھاپے اور قبر کے عذاب سے۔ اے اللہ میرے نفس کو تقویٰ عطا فرمایئے اور اسے پاکیزہ بنایئے آپ ہی بہترین پاکیزہ بنانے والے ہیں اور آپ ہی کارساز اور مولیٰ ہیں۔ اے اللہ میں آپ کے ذریعہ سے پناہ چاہتا ہوں ایسے علم سے جو نفع دینے والا نہ ہو اور ایسے دل سے جو ڈرنے والا نہ ہو اور ایسے نفس سے جو سیر ہونے والا نہ ہو اور ایسی دعا سے جو قبول ہونے والی نہ ہو (مسلم، رقم الحدیث ۲۷۲۲، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر مالم یعمل، واللفظ لہ؛ نسائی، کتاب الاستعاذۃ، الاستعاذۃ من العجز)

Idara Ghufran

بسلسلہ: آدابُ المعاشرت مفتی محمد رضوان

والدین کے ساتھ صلہ رحمی کی تاکید اور قطع رحمی کا وبال (قسط۳)

والدین کے ساتھ صلہ رحمی ونیک سلوک کی اہمیت وفضیلت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَيُّ العَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ :الصَّلاَةُ عَلَى مِيقَاتِهَا ، قُلْتُ :ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ :ثُمَّ بِرُّ الوَالِدَيْنِ ، قُلْتُ :ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ :الجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَسَكَتُّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَوِ اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِي (بخاری، رقم الحدیث ۲۷۸۲)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کون سا عمل افضل ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے وقت پر نماز پڑھنا، میں نے عرض کیا کہ پھر کون سا عمل افضل ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا، میں نے عرض کیا کہ پھر کون سا عمل افضل ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا، پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (سوال کرنے سے) خاموش رہا، اور اگر میں اس سے زیادہ سوال کرتا، تو آپ مجھے زیادہ جواب دیتے (ترجمہ ختم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَأْذَنَهُ فِي الجِهَادِ، فَقَالَ :أَحَيٌّ وَالِدَاكَ؟ ، قَالَ :نَعَمْ، قَالَ :فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ (بخاری ،رقم الحدیث ۳۰۰۴)

ترجمہ: ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر جہاد کی اجازت طلب کی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ کے والدین حیات ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ جی ہاں! تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ والدین کے معاملات میں جہاد کریں (ترجمہ ختم)

Idara Ghufran

اورحضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ہی کی ایک روایت میں ہے کہ:

أَقْبَلَ رَجُلٌ إِلَى نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :أُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ، أَبْتَغِي الْأَجْرَ مِنَ اللهِ، قَالَ :فَهَلْ مِنْ وَالِدَيْكَ أَحَدٌ حَيٌّ؟ قَالَ :نَعَمْ، بَلْ كِلَاهُمَا، قَالَ :فَتَبْتَغِي الْأَجْرَ مِنَ اللهِ؟ قَالَ :نَعَمْ، قَالَ :فَارْجِعْ إِلَى وَالِدَيْكَ فَأَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا(مسلم، رقم الحديث ۲۵۴۹"۶")

ترجمہ: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ میں آپ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجروثواب حاصل کرنے کے لئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ کے والدین میں سے کوئی حیات ہے؟ اس نے عرض کیا کہ بے شک دونوں حیات ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کو حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ بے شک، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پس آپ اپنے والدین کی طرف لوٹ جایئے، اور ان کے ساتھ رہ کر حسنِ سلوک کیجئے (ترجمہ ختم)

اورحضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :جِئْتُ أُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ، وَتَرَكْتُ أَبَوَيَّ يَبْكِيَانِ، فَقَالَ :ارْجِعْ عَلَيْهِمَا فَأَضْحِكْهُمَا كَمَا أَبْكَيْتَهُمَا(سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۲۵۲۸، واللفظ لهٗ، سنن نسائی، رقم الحديث ۴۱۶۳،مسند احمد، رقم الحديث ۶۴۹۰) [1]

ترجمہ: ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے کہا کہ میں آپ سے ہجرت پر بیعت کرنے آیا ہوں، اور میں اپنے والدین کو روتا ہوا چھوڑ کر آیا ہوں، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اپنے والدین کی طرف لوٹ جایئے، اور ان کو اسی طرح ہنسایئے، جس طرح آپ نے ان کو رُلایا ہے (ترجمہ ختم)

اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ جہاد اور ہجرت پر والدین کی خدمت کی فضیلت اُس وقت ہے، جبکہ جہاد

---

[1] فی حاشية مسند احمد: اسناده حسن.

وہجرت اُس پر فرض نہ ہو،اوراگر والدین یاان میں سے کوئی ایک کافر ہوں،اوروہ دینِ اسلام سے عناد کی وجہ سے جہادوہجرت سے منع کریں،توفرض نہ ہونے کی صورت میں بھی ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ ؎۱

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

؎۱ (وعن عبد الله بن عمرو رضى الله تعالى عنه) : بالواو (قال :جاء رجل إلى رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فاستأذنه فى الجهاد فقال له :أحي والداک؟ قال :نعم، قال :ففيهما) : أى :ففى خدمتهما (فجاهد) :قال الطيبى رحمه الله :فيهما متعلق بالأمر قدم للاختصاص، والفاء الأولى جزاء شرط محذوف، والثانية جزائية لتضمن الكلام معنى الشرط ;أى :إذا كان الأمر كما قلت فاختص المجاهدة فى خدمة الوالدين نحو قوله تعالى :(فإياى فاعبدون) (العنكبوت56 :) ; أى :إذا لم تخلصوا لى فى العبادة فى أرض فأخلصوها فى غيرها فحذف الشرط وعوض عنه تقديم المفعول المفيد للاختصاص ضمنا، وقوله :فجاهد جىء به مشاكلة يعنى حيث قال :فجاهد فى موضع فاخدمهما ;لأن الكلام كان فى الجهاد، ويمكن أن يكون الجهاد بالمعنى الأعم الشامل للأكبر والأصغر .قال تعالى :(والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا) (العنكبوت69 :) (متفق عليه) : ورواه أبو داود والترمذى، والنسائى.

(وفى رواية) : أى :لمسلم (فارجع إلى والديک فأحسن صحبتهما) : فى شرح السنة :هذا فى جهاد التطوع لا يخرج إلا بإذن الوالدين إذا كانا مسلمين، فإن كان الجهاد فرضا متعينا فلا حاجة إلى إذنهما وإن منعاه عصاهما وخرج، وإن كانا كافرين فيخرج بدون إذنهما فرضا كان الجهاد، أو تطوعا، وكذلک لا يخرج إلى شىء من التطوعات كالحج والعمرة والزيارة، ولا يصوم التطوع إذا كره الوالدان المسلمان، أو أحدهما إلا بإذنهما قال ابن الهمام :لأن طاعة كل منهما فرض عليه، والجهاد لم يتعين عليه، وفى سنن أبى داود، عن عبد الله بن عمرو بن العاص :جاء رجل إلى رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فقال :جئت أبايعک على الهجرة وتركت أبواى يبكيان فقال :ارجع إليهما وأضحكهما كما أبكيتهما ، وفيه عن الخدرى :أن رجلا هاجر إلى رسول الله -صلى الله عليه وسلم -من اليمن فقال " :هل لک أحد باليمن؟ " قال :أبواى .قال " :أذنا لک "قال :لا .قال " :فارجع واستأذنهما فإن أذنا لک فجاهد وإلا فبرهما(مرقاة المفاتيح، ج۶ص ۲۴۷۲، كتاب الجهاد)

قال محمد رحمه الله فى السير الكبير :ولا يخرج الرجل إلى الجهاد وله أم أو أب إلا بإذنه؛ إلا فى النفير العام، وهذا استحسان، وإن كان أبواه كافرين أو أحدهما، وكرها له ذلک، أو كره الكافر؛ فليتحر فى ذلک، فإن وقع تحريه على أنه إنما كره لما يلحقه من المشقة لأجل ما يخاف عليه من القتل، فإنه لا يخرج من غير إذنهما، وإن وقع تحريه على أنه إنما كرهه كراهة أن يقاتل مع أهل دينه وملته يخرج بغير إذنهما، وإن لم يقع تحريه على شىء بل شک فى ذلک، ومعناه استواء الظنين، لم يذكر محمد رحمه الله هذا الفصل فى الكتاب ، قالوا :وينبغى أن لا يخرج؛ لأن طاعة الوالدين على الولد واجب بيقين وقع الشک فى سقوطها، فلا يسقط بالشک، واستدلوا بما ذكر محمد رحمه الله فى السير فى باب طاعة الوالى :أن الإمام إذا أمر الجند بشىء وشكوا أنهم ينتفعون به أو يتضررون، وتساوى الظنان أن عليهم أن يطيعوا الأمير؛ لأن طاعة الأمير واجب بيقين وقع الشک فى سقوطه فلا يسقط بالشک(المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى، كتاب التحرى، الفصل الرابع فى المتفرقات)

Idara Ghufran

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُمَدَّ لَهُ فِي عُمْرِهِ، وَأَنْ يُزَادَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، فَلْيَبَرَّ وَالِدَيْهِ، وَلْيَصِلْ رَحِمَهُ "(مسند احمد، رقم الحديث ۱۳۴۰۱)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کی عمر لمبی کی جائے، اور اس کے رزق میں زیادتی کی جائے، تو اسے چاہئے کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک اور صلہ رحمی کرے (ترجمہ ختم)

اور حضرت کعب احبار سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

وَالَّذِى نَفْسِى بِيَدِهِ إِنَّ اللهَ لَيُجَعِّلُ حِينَ الْعَبْدِ إِذَا كَانَ عَاقًّا لِوَالِدَيْهِ، فَيُعَجِّلُهُ الْعَذَابَ، وَإِنَّ اللهَ لَيَزِيدُ فِى عُمُرِ الْعَبْدِ إِذَا كَانَ بَرًّا بِوَالِدَيْهِ لِيَزْدَادَ بِرًّا وَخَيْرًا (حلية الاولياء ج۵ص۳۷۸، واللفظ لهٗ، الجامع لابنِ وهب، رقم الحديث ۱۳۰)

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ بے شک جب کوئی اپنے والدین کی نافرمانی (وایذاء رسانی) کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کو جلد عذاب دیتے ہیں، اور بے شک اللہ تعالیٰ بندے کی عمر میں والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی وجہ سے زیادتی فرماتے ہیں، وہ اپنے والدین کے ساتھ جتنا نیک سلوک کرتا ہے، اتنی ہی زیادہ اسے خیر اور بھلائی حاصل ہوتی ہے (ترجمہ ختم)

---

[1] فی حاشية مسند احمد: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن من أجل ميمون بن سياه، ومن دونه ثقات .
يونس :هو ابن محمد المؤدَب، وحَزْم :هو ابن أبى حزم القُطَعى.
وأخرجه ابن أبى الدنيا فى "مكارم الأخلاق 244) ") من طريق أحمد بن المقدام العجلى، وأبو نعيم فى "الحلية 3/107 "من طريق مسدد، كلاهما عن حزم بن أبى حزم، بهذا الإسناد.

بسلسلہ: نماز کے فضائل واحکام قیمت:-/320

وتر کی نماز کے فضائل واحکام

وتر کی نماز کی فضیلت واہمیت، وتر کی نماز کی رکعات کی تعداد وطریقہ اور اس کا ثبوت، وتر کی نماز میں دعائے قنوت کا ثبوت اور اس کا طریقہ، اور وتر اور قنوت کے اہم مسائل۔ مستند مآخذ ومراجع کے ساتھ

مؤلف: مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران: چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

علم کے مینار — مفتی محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

امام شافعی کا سفرنامہ (قسط۳)

(رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ)

وادی دجلہ وفرات (عراق) کی طرف روانگی

حج کے بعد روضۂ رسول کی زیارت کرنے اور موطا سننے کے لیے مصر کے لوگ مدینہ آئے، امام مالک کی مجلس درس میں حاضر ہوئے، میں نے ان مصریوں کو پوری موطا زبانی ہی سنادی، اس کے بعد عراق والے روضہ رسول ﷺ کی زیارت کے لیے مدینہ حاضر ہوئے، روضہ رسول اور منبر کے درمیان میں نے ایک نوجوان کو دیکھا، خوش شکل وخوش لباس تھا، اس کی نماز بھی بہت پیاری تھی، اس کا چہرہ بتارہا تھا کہ سعادت منداور بھلانوجوان ہے، اس کی سنگت اچھی رہے گی، میں نے اس سے نام ووطن کا پوچھ کر راہ ورسم پیدا کی، میں نے وطن کا پوچھا، میں نے بتایا عراق، پوچھا عراق میں کہاں کے ہو؟ بولا: کوفہ کا، میں نے پوچھا کوفہ میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا بڑا عالم کون ہے؟ کہنے لگا: ابویوسف [1] اور محمد بن حسن [2]، جو ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں، میں نے پوچھا کب عراق واپسی ہے، کہنے لگا: کل صبح دم۔

یہ سن کر میں امام مالک کے پاس آیا اور عرض کیا، مکے سے علم کی طلب میں نکلا ہوں، والد سے آگے جانے کی اجازت بھی نہیں لی، اب فرمایئے کیا کروں؟ والد کے پاس واپس جاؤں یا علم کی طلب میں آگے

---

[1] امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم کوفی بغدادی ۱۱۳ھ میں ولادت اور ۱۸۶ھ میں وفات ہوئی، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے سب سے بڑے اور جلیل القدر شاگرد اور امام صاحب کے بعد فقہ حنفی کے سب سے بڑے رکن وستون، فقہ حنفی میں آپ کے بعد دوسرا درجہ امام محمد کا ہے، جو امام ابوحنیفہ کے شاگرد اور آپ کے رفیق ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے شاگرد بھی ہیں، عباسی خلفاء مہدی، ہادی اور ہارون الرشید تینوں کے زمانے میں عالم اسلام کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) رہے، اسلام کے مالیاتی نظام پر آپ کی کتاب ''الخراج'' ایک ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے، جو ہر زمانے میں اہم رہی ہے۔

[2] ابوعبداللہ محمد بن حسن بن فرقد شیبانی ۱۳۲ھ میں واسط (عراق) میں پیدا ہوئے، ۱۶سال کی عمر میں امام ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۴ سال تک امام ابوحنیفہ سے کسب فیض حاصل کیا، دیگر شیوخ واساتذہ میں نمایاں ہستیاں، امام مالک، سفیان ثوری، اوزاعی، ابو یوسف، مسعر بن کدام رحمہم اللہ ہیں، بلند پایہ فقیہ، محدث اور فقہ حنفی کے شارح وترجمان ہیں، فقہ حنفی کی ظاہر الروایۃ کی چھ مشہور کتابیں سیر الصغیر، سیر الکبیر، جامع الصغیر، جامع الکبیر، زیادات اور المبسوط آپ ہی کی تالیف کردہ ہیں، کتاب الآثار فقہ الحدیث میں آپ کی عظیم یادگار ہے، نیز موطا محمد بھی امام مالک سے روایت کردہ احادیث کا مجموعہ ہے ۱۸۹ھ میں (ہارون الرشید کے ساتھ دوران سفر) فوت ہوئے۔

بڑھوں؟

امام نے جواب دیا: علم کے فائدے کبھی ختم نہیں ہوتے، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ طالب علم کے لیے فرشتے پر بچھاتے ہیں۔ میں نے سفر کا پختہ ارادہ کرلیا، امام نے میرے لیے راستے کے کھانے کا انتظام کیا، صبح سویرے امام مجھے رخصت کرنے بقیع تک آئے، اور زور سے پکارنے لگے، کوفہ تک کون اپنا اونٹ کرائے پر دیتا ہے؟ یہ سن کر مجھے تعجب ہوا اور عرض کیا کہ یہ کیا؟ نہ میرے پاس کوئی پیسہ ہے اور نہ آپکی حالت اس قابل ہے پھر یہ کرائے کا اونٹ کیسا؟ امام مسکرائے اور فرمانے لگے، نماز عشاء کے بعد جب میں تم سے رخصت ہوا تو دروازے پر دستک ہوئی دیکھا تو عبدالرحمٰن بن قاسم [1] کھڑے تھے، ہدیہ لائے تھے، منت سماجت کرنے لگے کہ قبول کرلوں، ہاتھ میں ایک تھیلی تھمادی، تھیلی میں سو دینار تھے (سونے کے سکے [2]) پچاس میں نے اپنے گھر کے خرچے کے لیے رکھ لیے، پچاس تمہارے واسطے لایا ہوں، پھر امام نے چار دینار میں اونٹ کا کرایہ طے کرلیا، باقی رقم میرے حوالے کی اور مجھے الوداع کیا۔　　(جاری ہے............)

---

[1] عبدالرحمٰن بن قاسم بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے، بہت بڑے تابعی اور مدینہ کے عظیم فقیہ ومحدث تھے، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حیات میں پیدا ہوچکے تھے، جو آپ کی پھوپھی ہیں، سن ولادت متعین طور پر معلوم نہ ہوسکا، سن وفات ۱۲۶ھ یا ۱۳۱ھ ہے، مدینہ میں وفات ہوئی، ایک روایت کے مطابق شام میں فوت ہوئے (دیکھئے سیر الصحابہ ج ۷ ص ۲۸۱)

[2] بیس دینار کا وزن ساڑھے سات تولے سونے کے برابر ہوتا تھا، اس لحاظ سے سو دینار ساڑھے سینتیس تولے سونے کے برابر ہوئے، گویا بیس لاکھ کے لگ بھگ ہماری کرنسی کے موجودہ حساب سے۔

گنبدِ خضریٰ کے سایہ میں

رشحاتِ قلم: شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہ　　بہ اہتمام ونگرانی: مولانا عبدالقیوم حقانی

سفرِ حرمین شریفین کے علمی، مطالعاتی اور تاریخی ڈائری، دیارِ حبیب ﷺ کے والہانہ اور عاشقانہ سفر کی ایک دلچسپ، حیرت انگیز اور ایمان افروز روئیداد

اے زائرِ حرم

ترتیب وانتخاب: شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہ　　بہ اہتمام ونگرانی: مولانا عبدالقیوم حقانی

عبادات کا باہمی ربط وتعلق، نماز اور زکاۃ کا باہمی ربط، انعاماتِ خداوندی، روزہ شانِ جمالیت کا مظہر، عشق کا دوسرا مرحلہ اعتکاف، حج عشق کا تیسرا مرحلہ، تلبیہ اور طواف، منیٰ، عرفات، رمی، عشق کا آخری مرحلہ

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، خیبر پختونخواہ

تذکرۂ اولیاء (تذکرہ مولانا رومی کا: قسط۱۶) مفتی محمد امجد حسین

اولیاءکرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے

ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں کہ ساتویں صدی ہجری میں (جو مولانا رومی کی صدی ہے) عالم اسلام عقلیت پرستی، علم کلام کی خشک بحثوں اور منطق وفلسفہ کی ظنی وتخمینی موشگافیوں اور عقلی لن ترانیوں سے گونج رہا تھا، دلوں کی انگیٹھیاں سرد پڑتی جارہی تھیں، جس کے نتیجے میں ایمانی ولولوں اور ذوق یقین سے محرومی بڑھتی جارہی تھی، عشق کی چنگاری مسلمانوں کے خرمن قلب میں بجھتی جارہی تھی، بقول شخصے ؎

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے یہ مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

یہ صورت حال اُس وقت پیدا ہوچکی تھی، افسردہ دلی اور مردہ دلی نے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا، عشق کی آگ بجھ جائے اور دل مردہ ہوجائیں تو زندگی کی رونقیں ختم ہوجاتی ہیں، خصوصاً اسلامی زندگی کی بہاریں اور امت کی سرسبزی وشادابی خزاں رسیدہ ہوجاتی ہے، پھر علوم وفنون کی عقلی موشگافیاں اور فلاسفہ ودانشوروں اور عقل پرستوں کی ذہانتیں اور دماغ سوزیاں کچھ بھی کارآمد نہیں ہوتیں، قوموں اور ملتوں کو مردہ دل و مادہ پرست عقل پرستوں کے افکارِ پریشان سے حیاۃ تازہ نہیں مل سکتی ع

سنگ وخشت سے ہوتے نہیں جہاں آباد

دل کی زندگی ہی اصل زندگی ہے جو جذبہ محبت سے پروان چڑھتی ہے۔ ؎

مجھے یہ ڈر ہے اے دل زندہ کہیں تو نہ مرجائے کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

ایمان ویقین کا خمیر اسی جذبہ عشق میں گندھا ہوا ہے، اور محبت کی آب حیات سے پروان چڑھتا ہے، حق پر قائم دائم رہنے اور حق کے لیے لڑنے مرنے کے پاکیزہ جذبات روح کی گہرائیوں میں سلگتی ہوئی اسی چنگاری کے شعلے ہیں، مومن کے اندر یہ چنگاری سلگتی رہنی چاہیے، دبی رہے خواہ بھڑکے نہ، لیکن بجھنے بھی نہ پائے، یہ چنگاری بجھتی ہے تو جانتے ہو کیا ہوتا ہے؟ انسان زندگی پر بوجھ بن جاتا ہے، مسلمان اسلام کے نام پر بدنما دھبہ بن جاتا ہے، شر کا پرکالہ اور شیطانی قوتوں کا آلہ کار بن جاتا ہے، زمین وآسمان کا پورا نظام اس کے شر سے پناہ مانگتا ہے، آج مسلمانوں میں پھر ایسے مردہ دلوں وتاریک ضمیروں کی بھرمار ہوگئی ہے،

ضمیر تاریک و مردہ ہو تو روشن خیالی وجدت پسندی کے دعوے محض اپنی منافقت، دوغلے پن، خواہشات پرستی، اپنی بنیادوں سے انحراف اور ملت فروشی کے جرائم پر پردہ ڈالنے کی فنکاری ہوتی ہے، اس سارے پس منظر کو سامنے رکھ کر مولانا رومی اور علامہ اقبال کے عشق و محبت اور عقل وخرد کے متعلق کلام کو ملاحظہ کیا جائے تو مزہ دوبالا اور نشہ دو آتشہ سہ آتشہ ہو جاتا ہے۔

مولانا کا زمزمۂ عشق گونجتا ہے

از محبت تلخہا شیریں شود — وز محبت مسہا زریں شود

از محبت دردھا صافی شود — وز محبت دردہا شافی شود

از محبت سجن گلشن می شود — بے محبت روضہ گلخن می شود

از محبت سنگ روغن می شود — بے محبت موم آہن می شود

از محبت سقم صحت می شود — وز محبت قہر رحمت می شود

از محبت مردہ زندہ می شود — وز محبت شاہ بندہ می شود

ترجمہ: محبت سے ناگواریاں خوشگوار ہو جاتی ہیں، محبت سے تانبا سونا بن جاتا ہے، محبت سے تلچھٹ (جامِ شراب کی تہہ میں بیٹھا ہوا کچرا، جس طرح چائے کی پیالی سے آخری گھونٹ چھوڑ دیا جاتا ہے، کہ اس میں پتی کے ذرات وغیرہ ہوتے ہیں، یہی صورت شراب کے شیشے کی ہوتی ہے، اس کے آخری گھونٹ بھی آلائش زدہ ہوتے ہیں، چھوڑ دیئے جاتے ہیں، لیکن چچا غالب کو یہ دُرد شراب بھی بہت مرغوب تھی، فرماتے ہیں: ؎

کہتے ہوئے ساقی سے حیا آتی ہے ورنہ — ہے یوں کہ مجھے دُردتہہ جام بہت ہے) چھٹ کر صاف ہو جاتی ہے، محبت سے تلچھٹ نسخہ شفا بن جاتی ہے، محبت سے قید خانہ رشکِ گلستان ہو جاتا ہے، محبت کے بغیر گل وگلزار بھی کھانے کو دوڑتے ہیں، محبت پتھر کی سنگینی کو مات دے دیتا ہے، پتھر موم ہو جاتے ہیں "وان من الحجارة لما يتفجر منه الانهار" محبت کے بغیر موم بھی لوہے کی درشتی وسختی کو شرمانے لگتا ہے، محبت سے بیماری (نفس وطبیعتوں کا فسا، دلوں کا فاسد روگ) مبدل بہ صحت ہو جاتی ہے، محبت سے قہر وبے مروتی؛ رحمت وانسیت سے بدل جاتی ہے، محبت سے مُردہ (دل) جی اٹھتے ہیں، محبت سے بادشاہ غلامِ محبت ہو جاتے ہیں)

عشق میں کتنی پاور اور توانائی (وولٹیج) ہے، مولانا رومی فرماتے ہیں:

جسم خاک از عشق بر افلاک شد — کو در رقص آمد و چالاک شد

عشق جان طور آمد عاشقا — طور مست "وخر موسیٰ صعقا"

ترجمہ: یہ خاکی تن عشق کی وجہ سے سیرِ سماوات کرنے لگتا ہے، وجد میں آ جاتا ہے، فرزانہ وہوشیار ہو جاتا ہے، اے عاشق عشق ہی کوہِ طور پر پڑنے والی تجلی کی اصل ہے، جس سے طور وجد میں آ گیا، اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

نفس پرستیوں، خودغرضیوں، اتباعِ خواہشات میں پڑ کر اور دنیا جہان کے بکھیڑوں کو اپنے سر لے کر پریشان روزگار اور آشفتہ مغز وآشفتہ خو مریض جب جامِ عشق سے ایک گھونٹ لیتا، ایک جرعہ بھرتا ہے، تو سرور وبے

Idara Ghufran

خودی کا کیا عالم اس پر طاری ہوتا ہے، مولانا اس حال کی ترجمانی کرتے ہیں:

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما | اے طبیب جملہ علتہائے ما

اے دوائے نخوت و ناموس ما | اے تو افلاطون و جالینوس ما

ترجمہ: شاد و آباد رہے تو اے عشق جو ہماری آرزوؤں اور ارمانوں کی پونجی ہے، اے کہ تو ہی ہماری سب کھلی چھپی علتوں اور بیماریوں کا مسیحا و طبیب ہے، اے کہ تو ہی ہماری نخوت و ناموس کی دوا ہے، تو ہی ہمارے لئے سقراط و بقراط اور افلاطون و جالینوس ہے۔

مولانا فرماتے ہیں کہ اس فانی دنیا میں عشق ایک لافانی سوغات ہے، یہ بحر ناپیدا کنار ہے، ایسا سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں، اگر میں اس کی شرح بیان کروں تو قیامت آجائے گی لیکن یہ داستان ختم نہ ہوگی، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اللہ کی ذات وصفات لامحدود اور غیر فانی ہیں۔

شرح عشق ار من بگویم بر دوام | صد قیامت بگذرد و آں ناتمام

زانکہ تاریخ قیامت را حد است | حد کجا آنجا کہ وصف ایزد است

ترجمہ: اگر میں عشق کی داستان مدام بیان کرتا رہوں تو سو دفعہ قیامت آ کے گزر جائے گی، لیکن یہ قصہ ناتمام ہی رہے گا، اس لئے کہ قیامت تو زمان و مکان کی حدود میں گھرا ہوا ہے، جبکہ عشق زمان و مکان کی حد بندیوں سے ماوراء ہے۔

اس لیے مولانا فرماتے ہیں کہ عشق کی حق دار و سزاوار صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، فانی مخلوق محبت جیسی لافانی حقیقت کا محل کیسے بن سکتی ہے؟

عشق باحیّ و باقیّوم دار | عشق بر مردہ نباشد پائیدار

ترجمہ: عشق اس ہمیشہ زندہ رہنے والی ساری مخلوقات و موجودات اور کائنات کو تھامنے والی ذات کے ساتھ کر، فانی مخلوقات سے عشق کو دوام و استحکام نہیں ہوتا۔

فرماتے ہیں لا الہ میں لائے نفی کی تلوار سے سب ماسوائے اللہ کے گلے کاٹ ڈال، پھر الا اللہ کے مقام وحدت پر جو عشق کا حقیقی مقام ہے تو پہنچ جائے گا۔

تیغ لا در قتل غیر حق براند | در نگر زاں پس کہ بعد از لا چہ ماند

ماند الا اللہ باقی جملہ رفت | شاد باش اے عشق شرکت سوز رفت

مولانا فرماتے ہیں:

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت | ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

جس کا مطلب ہے:۔

عشق کی آتش ہے ایسی بد بلا | دے سوائے معشوق کے باقی سب کو جلا

مولانا کے عشق و محبت سے متعلق کلام یہ محض تھوڑا سا نمونہ تھا، ورنہ یہ فسانہ دل تو انہوں نے پوری مثنوی میں چھیڑ رکھا ہے، اب ذرا زبان کا ذائقہ بدلنے کے لیے اس ''پیر رومی'' کے ہندی مرید علامہ اقبال مرحوم کے کلام عشق و محبت سے کچھ نمونہ ملاحظہ ہو، جو بڑے فخر سے اپنے آپ کو پیر رومی کا مرید ہندی کہتے ہیں ،مولانا کی پیروی میں علامہ کا فارسی و اردو کلام بھی عشق و محبت کی زمزمہ سنجیوں سے لبریز ہے۔ ؎

محبت کے لیے دل ڈھونڈ کوئی ٹوٹنے والا — یہ وہ مے ہے جسے رکھتے ہیں نازک آبگینوں میں
چھپایا حسن کو اپنے کلیم اللہ سے جس نے — وہی ناز آفریں ہے جلوہ پیرا نازنینوں میں
کسی ایسے شرر سے پھونک اپنے خرمن دل کو — کہ خورشید قیامت بھی ہو تیرے خوشہ چینوں میں
جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی — الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں
کبھی اپنا بھی نظارہ کیا ہے تو نے اے مجنوں؟ — کہ لیلیٰ کی طرح تو خود بھی ہے محمل نشینوں میں

(بانگ درا ۲۲۱)

محبت کے عنوان سے نظم میں فرماتے ہیں:

سنا ہے عالم بالا میں کوئی کیمیا گر تھا — صفا تھی جس کی خاک پا میں بڑھ کر ساغر جم سے
لکھا تھا عرش کے پائے پر اک اکسیر کا نسخہ — چھپاتے تھے جس کو فرشتے چشم آدم سے
نگاہیں تاک میں رہتی تھیں لیکن کیمیا گر کی — وہ اس نسخہ کو بڑھ کر جانتا تھا اسم اعظم سے
بڑھا تسبیح خوانی کے بہانے عرش کی جانب — تمنائے دل آخر بر آئی سعی پیہم سے
پھرایا فکر اجزا نے اسے میدان امکاں میں — چھپے گی کیا کوئی شئے بارگاہ حق کے محرم سے
چمک تارے سے مانگی چاند سے داغ جگر مانگا — اڑائی تیرگی تھوڑی سی شب کی زلف برہم سے
تڑپ بجلی سے پائی حور سے پاکیزگی پائی — حرارت لی نفسہائے مسیح ابن مریم سے
ذرا سی پھر ربوبیت سے شان بے نیازی لی — مَلک سے عاجزی افتادگی تقدیر شبنم سے
پھر ان اجزا کو گھولا چشم حیواں کے پانی میں — مرکب نے محبت نام پایا عرش اعظم سے
مہوس نے یہ پانی ہستی نوخیز پر چھڑکا — گرہ کھول لی ہنر نے اس کے گویا کارعالم سے
ہوئی جنبش عیاں ذروں نے لطف خواب کو چھوڑا — گلے ملنے لگے اٹھ اٹھ کے اپنے اپنے ہمدم سے
خرام ناز پایا آفتابوں نے، ستاروں نے — چٹک غنچوں نے پائی، داغ پائے لالہ زاروں نے

(بانگ درا ۲۳۱)

(جاری ہے)

پیارے بچو! بنتِ فاطمہ

ایک بادشاہ اور ایک بے وقوف غریب

پیارے بچو! آج ہم آپ کو ایک نیک دل بادشاہ اور ایک بے وقوف غریب آدمی کا واقعہ سناتے ہیں بہت پرانی بات ہے کہ ایک مرتبہ عرب میں بہت سخت قحط پڑا۔

بچو! آپ کو پتہ ہے کہ قحط کیا ہوتا ہے؟ جب قحط پڑتا ہے تو بارشیں نہیں ہوتیں، اور کھانے پینے کی چیزوں کی بہت زیادہ کمی ہو جاتی ہے۔

اسی طرح جب عرب میں قحط پڑا تو کھانے پینے کی ساری چیزیں ختم ہو گئیں، پینے کے لئے پانی تک نہ بچا، سارا پانی خشک ہو گیا، وہاں کے ایک گاؤں میں ایک بہت غریب آدمی رہتا تھا، جو قحط کی وجہ سے اور بھی تنگی میں مبتلا ہو گیا تھا، اس آدمی کی بیوی نے اُسے کہا کہ آخر کب تک گھر میں بیٹھے رہو گے، کہیں نکلو اور کچھ کماؤ، اس آدمی نے کہا کہ جب مجھے کوئی کام اور ہُنر نہیں آتا تو کہاں جاؤں، کیا کروں اور کیسے کماؤں؟

اس کی بیوی نے کہا کہ بغداد ملک کے بادشاہ کے پاس جاؤ، وہ بہت نیک ہے، بادشاہ سے درخواست اور التجا کرو، کہ ہم بہت غریب ہیں، ہماری مدد کرو، بادشاہ سے التجا کرنے کے لئے تو کسی ہنر کی ضرورت نہیں ہے۔

اس آدمی نے کہا یہ ٹھیک رہے گا، مگر بادشاہ کے پاس جانے کے لئے کوئی تحفہ بھی ہونا چاہئے، تو میں کیا تحفہ لے کر جاؤں؟

اس کی بیوی نے کہا کہ یہ جو گاؤں میں تالاب ہے، یہ تو بالکل خشک ہو گیا ہے، مگر تالاب کے پاس موجود گڑھے میں کچھ پانی ہے، بس اسی کا پانی لے جاؤ، بھلا بادشاہ کو پانی کہاں نصیب ہوگا؟

بچو! وہ عورت یہ سمجھتی تھی کہ بغداد میں بھی ہمارے گاؤں کی طرح پانی نہیں رہا ہوگا۔

اس عورت کے شوہر نے کہا کہ تم نے سچ کہا، بھلا بادشاہ کو پانی کہاں نصیب ہوگا؟

اس آدمی نے وہ پانی اپنے گھڑے میں بھرا، اور بغداد کی طرف چل دیا، اُس کی بیوی نے گھڑے کا منہ کپڑے سے اچھی طرح باندھ دیا، تا کہ پانی میں کوئی چیز نہ چلی جائے۔

جب وہ غریب آدمی بادشاہ کے دربار میں پہنچا تو اس نے وہ گھڑا بادشاہ کے تخت پر رکھ دیا، بادشاہ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو کہنے لگا کہ یہ جنت کا پانی ہے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ گھڑا کھولا جائے، جب گھڑا کھولا گیا تو سارے دربار میں گندے پانی کی بدبو پھیل گئی۔
بچو! بادشاہ کیونکہ بہت نرم دل اور نیک انسان تھا، اُس نے غریب کا واقعہ سُن کر ذرا بھی ناک منہ نہیں چڑھایا، بلکہ بادشاہ خوش ہوا، اور اس نے غریب کے جذبہ کی قدر کی، اور دیکھا کہ غریب اتنے جذبے اور محنت سے یہ پانی تحفہ میں کھینچ کر لایا ہے، اگرچہ پانی کی تو کوئی قیمت نہیں، مگر اس کا جذبہ بہت بڑی قیمت رکھتا ہے، بادشاہ خوش ہوا، اور بادشاہ کے خوش ہونے کی وجہ سے سارے دربار والے بھی خاموش رہے۔
بادشاہ نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ گھڑے کو لے جاؤ، اور اِس کے پانی کو ہمارے خاص خزانوں میں رکھو، اور ان کا گھڑا خالی کر کے اشرفیوں سے بھر دو، اور ان کی اچھی طرح مہمان نوازی کرو، خادموں نے ایسا ہی کیا۔
جب آدمی بادشاہ کے پاس سے اپنے گاؤں جانے لگا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں دریا کے راستے سے ان کے گاؤں کا راستہ بتا دیا جائے۔
جب وہ غریب آدمی اشرفیوں سے بھرا گھڑا لے کر نکلا تو راستہ میں اس نے دریا دیکھا، دریا کے پانی کی لہریں اور ٹھنڈی ہواؤں کا لطف جب اُسے نظر آیا تو وہ شرم سے پانی پانی ہو گیا، اور سوچنے لگا کہ جس بادشاہ کے قبضہ میں اتنا بڑا دریا ہے، اُس کے دربار میں میں نے کیسے گندے پانی کا تحفہ پیش کیا؟ مگر بادشاہ سلامت کی یہ زندہ دلی تھی کہ اس نے غریب کا دل نہیں توڑا، بادشاہ کی اس زندہ دلی اور غریبوں کی قدردانی ہی کی برکت تھی کہ وہاں قحط نہ تھا، اور پانی کی کمی بھی نہ تھی۔
پیارے بچو! اس لئے کہتے ہیں کہ دوسروں کے سچے جذبات کی قدر کرنی چاہئے، اس سے بڑی بڑی مصیبتیں دُور ہو جاتی ہیں۔

بزمِ خواتین

مفتی محمد یونس

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

ماہواری کے بعض احکام (قسط۲)

معزز خواتین! قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ وَلَا یَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ یَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِیْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ یُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ (سورة بقرة آیت ۲۲۸)

ترجمہ: اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو (نکاح سے) روکے رکھیں تین حیض (ختم ہونے) تک اور ان (عورتوں) کو یہ بات حلال نہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو کچھ ان کے رحم (بچہ دان) میں پیدا کیا (خواہ حمل ہو یا حیض) اس کو چھپائیں، اگر وہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں، اور ان (طلاق دی ہوئی عورتوں) کے شوہر (جب کہ شوہر نے رجعی طلاق دی ہو) ان کو (تجدید نکاح) کیے بغیر لوٹا لینے کا حق رکھتے ہیں اس مدت (یعنی عدت) کے اندر بشرطیکہ اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں، اور عورتوں کے لیے اس جیسا حق ہے جو ان کے اوپر (مردوں کے لیے) ہے اچھے طریقے سے، اور مردوں کا ان کے مقابلے میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے طلاق دی ہوئی عورت کی عدت کا حکم بیان فرمایا ہے، جس کی وضاحت یہ ہے کہ جس خاتون کو اس کا شوہر کسی وجہ سے طلاق دے دے تو اس کو کچھ مدت تک اسی گھر میں رہنا پڑتا ہے جس گھر میں طلاق کے وقت اس کی رہائش تھی، جب تک یہ مدت ختم نہ ہو جائے تب تک اس کو کہیں اور جانا اور کسی اور مرد سے نکاح کرنا اس کے لئے جائز نہیں ہوتا، اس مدت گزارنے کو عدت کہا جاتا ہے (بہشتی زیور چوتھا حصہ ص ۶۱)

عدت کے اس قانون میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

Idara Ghufran

(۱)......ایک اہم مصلحت یہ ہے کہ اس کے ذریعے رشتۂ نکاح کی عظمت اور تقدس کا اظہار ہوتا ہے، اگر عدت گزارنے کا حکم نہ ہوتا بلکہ عورت کو شوہر کی طرف سے طلاق ہوتے ہی حسبِ خواہش دوسرا نکاح کرنا جائز ہوتا تو یہ بات نکاح کی عظمتِ شان کے خلاف ہوتی۔

(۲)......عدت کی پابندی نہ ہونے کی صورت میں یہ ممکن تھا کہ کوئی عورت جلد بازی میں کسی نامناسب جگہ نکاح کرلیتی جس کی وجہ سے اسے اپنی آئندہ زندگی میں مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا، اب عدت کے حکم کی وجہ سے عورت کو جتنی مدت انتظار کرنا پڑتا ہے اس مدت میں اپنی آئندہ زندگی کے بارے میں مناسب اور بہتر فیصلہ کرنے کے لیے اسے غور وفکر کرنے کی مہلت مل جاتی ہے۔

(۳)......اگر کسی خاتون کو اس کے شوہر نے رجعی طلاق (یعنی ایسی طلاق جس میں خاوند کو عدت کے دوران رجوع کا حق حاصل ہوتا ہے) دی ہے تو عدت کے حکم میں ایک مصلحت یہ بھی ظاہر ہوگی کہ عدت کی مدت میں شوہر کو غور فکر کرنے کا موقع مل جائے گا اور ممکن ہے وہ اس مدت میں غور فکر کرکے رجوع کرلے ،جس سے نکاح برقرار رہے گا۔

(۴)......اگر بالفرض کسی عورت کو بائن طلاق ہوگئی ہو، (یعنی ایسی طلاق جس میں دورانِ عدت شوہر کو رجوع کرنے کا تو حق حاصل نہیں ہوتا مگر طلاق مغلظہ یعنی تین طلاقیں نہ ہونے کی وجہ سے دورانِ عدت بھی اور عدت کے بعد بھی باہمی رضامندی سے نکاح کرنا جائز ہوتا ہے) تو ایسی صورت میں بھی عدت کی پابندی کا یہ فائدہ ہے کہ عدت مکمل ہونے سے پہلے عورت کسی اور مرد سے تو نکاح نہیں کرسکتی اور ممکن ہے کہ اس زمانے میں مرد وعورت دونوں کو غور وفکر کرنے کے نتیجے میں آپس ہی میں دوبارہ نکاح کرنے میں مصلحت نظر آئے۔

(۵)...... چونکہ عورت کی عدت کے زمانے کا نان نفقہ بھی شرعاً مرد پر لازم ہوتا ہے، اس لیے عدت کی پابندی میں طلاق دی ہوئی عورت کے لیے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اسے طلاق ہوتے ہی اچانک اپنے کھانے پینے اور رہنے کا انتظام کرنے کی فکر نہ ہوگی، بلکہ کچھ مدت تک اسے اس ذمہ داری سے بے فکری ہوگی اور اتنی مدت میں اسے آئندہ زندگی میں ان امور کے بارے میں سوچنے کی مہلت مل جائے گی۔

(۶)......ایک مصلحت عدت کی پابندی میں یہ ہے کہ اس حکم پر عمل کی وجہ سے عورت کے بطن سے آئندہ پیدا ہونے والے بچہ کے نسب میں کوئی شک شبہ نہیں ہوگا (ملاحظہ ہو: معارف الحدیث ج ۷ ص ۵۵ وص ۵۶ وعدت کے

شرعی احکام ص۳۱)

اس آیت کریمہ کے پہلے جملے کا مفہوم یہ ہے کہ طلاق دی ہوئی عورتوں کی عدت تین حیض ہے، جس عورت کو طلاق ہو جائے اگر وہ طلاق کے وقت حمل والی نہ ہو اور اس کو حیض بھی آتا ہو تو اس کی عدت یہ ہے کہ اسے طلاق کے بعد تین مرتبہ حیض کا خون آ کر ختم ہو جائے۔ جب طلاق کے بعد تیسری مرتبہ آنے والا حیض کا خون ختم ہو جائے گا تو اس کی عدت پوری ہو جائے گی، خواہ تھوڑی مدت میں تین حیض آ کر ختم ہو جائیں یا زیادہ مدت میں بہر صورت اس کی عدت تین حیض ہوگی۔

اور جو عورت طلاق کے وقت حمل والی ہو اس کی عدت بچہ پیدا ہونے تک ہے، خواہ طلاق ملنے کے تھوڑی دیر بعد ہی بچہ پیدا ہو جائے یا کئی مہینوں کے بعد پیدا ہو، جب تک بچہ پیدا نہیں ہوگا اس کی عدت مکمل نہیں ہوگی اور بچہ پیدا ہوتے ہی اس کی عدت مکمل ہو جائے گی۔ اور جو عورت طلاق کے وقت حاملہ نہ ہو اور اسے حیض بھی نہ آتا ہو (خواہ اس وجہ سے کہ ابھی وہ کم عمر بچی ہے یا بالغ ہونے کے باوجود اسے ابھی حیض آنا شروع نہیں ہوا یا بڑھاپے کی وجہ سے اسے حیض آنا بند ہو گیا ہے اور اب وہ حیض سے ناامید ہو چکی ہے جسے ''آئسہ'' کہا جاتا ہے) اس کی عدت یہ ہے کہ طلاق ملنے کے وقت سے تین مہینے شمار کر لے۔

چونکہ حاملہ (یعنی حمل والی) ہونے کی صورت میں مطلقہ عورت کی عدت بچہ پیدا ہونا ہے اور حائضہ (یعنی حیض والی) ہونے کی صورت میں مطلقہ کی عدت تین حیض ہے اور حمل و حیض دونوں ایسی چیزیں ہیں جن کا تعلق خود عورت کی ذات سے ہے، عورت ہی جانتی ہے کہ وہ حمل سے ہے یا نہیں؟ اور اسے حیض آتا ہے یا نہیں؟ پھر اگر حیض آتا ہو تو کتنی مدت پاکی بعد کتنے دن حیض آتا ہے یہ باتیں ٹھیک ٹھیک خود عورت کو ہی معلوم ہو سکتی ہیں، اب اس موقع پر عدت پوری ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ مطلقہ عورت کی سچائی و دیانتداری پر موقوف ہو جاتا ہے، اگر عورت سچائی اور دیانت داری سے کام لے تو اس کی حقیقی عدت کا علم ہو جائے گا اور اگر کوئی عورت غلط بیانی سے کام لے تو عدت مختصر یا لمبی ہو سکتی ہے، مثال کے طور پر کسی مطلقہ خاتون کو طلاق کے بعد تین حیض اس طرح سے آئے کہ تینوں حیضوں اور ان کے درمیان آنے والے پاکی کے دنوں کی مجموعی تعداد سو دن بنتی ہے مگر چونکہ حیض اور طہر میں عورتوں کی عدت مختلف ہوا کرتی ہے نیز طہر کبھی کبھار دو تین مہینے کا بھی ہو سکتا ہے اس لیے اگر کوئی خاتون حیض و طہر کا مختصر یا لمبا ہونا بیان کرے گی تو لامحالہ اس کی عدت بھی لمبی یا مختصر ہو جائے گی، اس لیے ارشاد فرمایا کہ:

وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ .

ترجمہ: اوران کے لیے حلال نہیں کہ جو کچھ اللہ تعالی نے ان کے رحموں میں پیدا فرمایا ہے اسے چھپائیں اگروہ اللہ پراور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں۔

بچہ بھی رحم سے پیدا ہوتا ہے اور حیض کا خون بھی رحم سے ہی جاری ہوتا ہے اور مختلف حالات میں عدت پوری ہونے کا علم بھی انہی سے ہوتا ہے۔

نیز چونکہ حیض کی حالت میں عورت سے خاص کام کرنا بھی شوہر کے لیے حلال نہیں ہوتا، لہذا کسی عورت کا اس کام کی خاطر اپنے حیض کو شوہر سے چھپانا بھی حلال نہیں۔

جوعورت یہ سوچے گی کہ میرا تو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے وہ شوہر سے اور دوسروں سے اپنے رحم میں کی چیز کو نہیں چھپائے گی، کیونکہ یہ سوچے گی کہ اللہ تعالی کو تو اندر کی بات کا علم ہے اور قیامت کے دن اس غلط بیانی کی باز پرس بھی ہو سکتی ہے، تو اس سے ڈرے گی گویا کہ یہ اس کے ایمان کا تقاضا ہے۔

پھر فرمایا کہ:

وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا .

(اوران کے شوہران کے لوٹانے کے زیادہ حقدار ہیں اس مدت کے اندر اگر وہ اصلاح کا ارادہ کریں)

اس جملے میں رجعی طلاق سے متعلق ایک مسئلہ بیان کیا گیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو صاف صریح لفظوں (مثلاً طلاق کے الفاظ) کے ساتھ ایک یا دو طلاق دے دے تو یہ طلاق رجعی ہوتی ہے جس کا حکم یہ ہے کہ عدت کے اندر اندر تجدیدِ نکاح کیے بغیر شوہر رجوع کرسکتا ہے، بشرطیکہ نکاح کے بعد میاں بیوی نے حق زوجیت بھی ادا کیا ہو، پس اگر میاں بیوی نے نکاح کے بعد حق زوجیت ادا نہ کیا ہو اور خاوند صاف لفظوں میں طلاق دیدے تو اس صورت میں عدت کے اندر بھی رجوع کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا، اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو بائن طلاق دیدے تب بھی اسے رجوع کرنے کا حق نہیں ہوتا خواہ عدت ابھی چل رہی ہو یا ختم ہو چکی ہو۔

حاصل یہ کہ رجعی طلاق دینے کے بعد دوران عدت رجوع کرنے کا حقدار شوہر ہے خواہ بیوی راضی ہو یا نہ ہو، اور رجعی طلاق کے بعد عدت ختم ہو جائے اسی طرح ایک یا دو بائن طلاقیں دینے کے بعد خواہ عدت ختم

ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو ان صورتوں میں مرد عورت دونوں کی رضامندی کے ساتھ گواہوں کی موجودگی میں ایجاب قبول کر کے باقاعدہ تجدید نکاح کیے بغیر رجوع کرنا اور میاں بیوی کی طرح رہنا درست نہیں، رجعی طلاق کے بعد دوران عدت اگر شوہر رجوع کرنا چاہے تو عورت یا اس کے رشتہ داروں کو اسے برا نہیں سمجھنا چاہیے، بلکہ اس پر خوش ہونا چاہیے اور میاں بیوی کی غلط فہمیاں دور کر کے ان کے لیے رجوع کا راستہ آسان کرنا چاہیے، دوسری طرف شوہر کو بھی چاہیے کہ وہ اصلاح کی نیت سے رجوع کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس جملے کے آخر میں ''ان ارادو اصلاحا'' (یعنی اگر وہ اصلاح کا ارادہ کریں) ارشاد فرمایا ہے۔

لہٰذا اگر شوہر یہ سمجھتا ہے کہ آئندہ میں خوش اسلوبی، حسن معاشرت اور حسن اخلاق کے ساتھ نباہ کر سکوں گا تو رجوع کر لے بیوی کو تنگ کرنے یا تکلیف دینے یا کسی طرح کا انتقام لینے کے ارادے سے رجوع نہ کرے ورنہ گناہ ہوگا، اگر شوہر یہ سمجھتا ہے کہ میرا اس کے ساتھ نباہ نہیں ہو سکے گا تو پھر عدت گزر جانے دے تاکہ عدت مکمل ہونے پر عورت اس کے نکاح سے بالکلیہ آزاد ہو جائے۔

آیت کے بقیہ حصے کا تعلق خاص ماہواری کے احکام کے ساتھ نہیں ہے، اس لیے اس عنوان کے تحت اس حصے کی تشریح بیان نہیں کی جارہی، آخر میں اس آیت سے متعلق ایک حدیث شریف بھی ملاحظہ فرمالیں:

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ بْنِ السَّكَنِ الْأَنْصَارِيَّةِ، أَنَّهَا طُلِّقَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَكُنْ لِلْمُطَلَّقَةِ عِدَّةٌ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ حِينَ طُلِّقَتْ أَسْمَاءُ بِالْعِدَّةِ لِلطَّلَاقِ، فَكَانَتْ أَوَّلَ مَنْ أُنْزِلَتْ فِيهَا الْعِدَّةُ لِلْمُطَلَّقَاتِ

(رواہ ابوداؤد، کتاب الطلاق، باب فی عدۃ المطلقۃ، ج ۱ ص ۳۱۸)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید بن سکن انصاریہ سے روایت ہے (وہ فرماتی ہیں) کہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں طلاق ہوگئی اور اس وقت تک مطلقہ خاتون کی عدت معلوم نہیں تھی، پس جس وقت حضرت اسماء کو طلاق ہوئی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے طلاق کی عدت کا حکم نازل فرمایا پس حضرت اسماء وہ پہلی خاتون ہیں جن کے واقعۂ طلاق میں مطلقہ عورتوں کی عدت کا حکم نازل ہوا۔

فائدہ: اس حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کے جس حکم کے نازل ہونے کا ذکر ہے شارحینِ حدیث نے فرمایا ہے کہ اس حکم سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہی ارشاد ہے: ''وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ'' الآیۃ

(ملاحظہ ہو: بذل المجہود، ج۴ ص۱۰۹)

(جاری ہے......)

Idara Ghufran

آپ کے دینی مسائل کا حل　　　　ادارہ

کان وغیرہ کٹے ہوئے جانور کی قربانی کی تحقیق

جس جانور کا کان یا دُم وغیرہ کٹی ہوئی ہو، تو اس کی کتنی مقدار قربانی کے لئے مانع ہے؟
بعض اہلِ علم حضرات کے اس کی تحقیق کی طرف متوجہ کرنے پر درج ذیل مضمون تحریر کیا گیا۔ محمد رضوان۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حنفیہ کے نزدیک اصل حکم یہ ہے کہ جس جانور کے کان، دُم وغیرہ اعضاء میں سے کسی عضو کا اکثر حصہ کٹا ہوا ہو، تو قربانی جائز نہیں، اور قلیل ویسیر حصہ کٹا ہوا ہو، تو قربانی جائز ہے۔

پھر کثیر اور قلیل کے درمیان حدِ فاصل کی مقدار میں اصحابِ احناف کا اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اس سلسلہ میں مجموعی طور پر چار روایات مروی ہیں۔

ایک روایت کے مطابق ثلث یا اس سے اقل حصہ مقطوع وکٹا ہوا ہونے کی صورت میں قربانی جائز ہے اور ثُلث سے زائد حصہ مقطوع وکٹا ہوا ہونے کی صورت میں جائز نہیں (گویا کہ اس روایت کے مطابق ثُلث سے زائد اکثر کے مفہوم میں اور ثُلث یا اس سے کم اقل کے مفہوم میں داخل ہے)

دوسری روایت کے مطابق ثُلث سے کم حصہ مقطوع وکٹا ہوا ہونے کی صورت میں تو قربانی جائز ہے اور ثلث یا اس سے زائد حصہ مقطوع وکٹا ہوا ہونے کی صورت میں قربانی جائز نہیں (گویا کہ اس روایت کے مطابق ثُلث یا اس سے زائد اکثر کے مفہوم میں اور ثُلث سے کم اقل کے مفہوم میں داخل ہے)

تیسری روایت کے مطابق باقی ماندہ حصہ مقطوع وکٹے ہوئے حصے سے زائد ہونے کی صورت میں قربانی جائز ہے، اور باقی ماندہ حصہ مقطوع وکٹے ہوئے حصے سے کم یا برابر ہونے کی صورت میں قربانی جائز نہیں (گویا کہ اس روایت کے مطابق اکثر واقل کا مفہوم مقطوع وباقی ماندہ حصہ کی نسبت سے ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا یہی قول ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک امام محمد رحمہ اللہ کا بھی)

چوتھی روایت کے مطابق رُبع سے کم حصہ مقطوع وکٹا ہوا ہونے کی صورت میں تو قربانی جائز ہے، اور رُبع یا اس سے زیادہ حصہ مقطوع وکٹا ہوا ہونے کی صورت میں قربانی جائز نہیں

(گویا کہ اس روایت کے مطابق رُبع یا اس سے زائد اکثر کے مفہوم میں اور رُبع سے کم اقل کے مفہوم میں داخل ہے)

چنانچہ صاحبِ بدائع فرماتے ہیں کہ:

ذَكَرَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ يُنْظَرُ فَإِنْ كَانَ الذَّاهِبُ كَثِيرًا يَمْنَعُ جَوَازُ التَّضْحِيَةِ وَإِنْ كَانَ يَسِيرًا لَا يُمْنَعُ؛ لِأَنَّ الْيَسِيرَ مِمَّا لَا يُمْكِنُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ إِذْ الْحَيَوَانُ لَا يَخْلُو عَنْهُ عَادَةً، فَلَوْ اُعْتُبِرَ مَانِعًا لَضَاقَ الْأَمْرُ عَلَى النَّاسِ وَوَقَعُوا فِي الْحَرَجِ.

وَاخْتَلَفَ أَصْحَابُنَا فِي الْحَدِّ الْفَاصِلِ بَيْنَ الْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ فَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ - رَحِمَهُ اللَّهُ - أَرْبَعُ رِوَايَاتٍ، رَوَى مُحَمَّدٌ - رَحِمَهُ اللَّهُ - عَنْهُ فِي الْأَصْلِ، وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ أَنَّهُ إِنْ كَانَ ذَهَبَ الثُّلُثُ أَوْ أَقَلُّ جَازَ وَإِنْ كَانَ أَكْثَرَ مِنْ الثُّلُثِ لَا يَجُوزُ، وَرَوَى أَبُو يُوسُفَ - رَحِمَهُ اللَّهُ - أَنَّهُ إِنْ كَانَ ذَهَبَ الثُّلُثُ لَا يَجُوزُ وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ جَازَ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ - رَحِمَهُ اللَّهُ :- ذَكَرْتُ قَوْلِي لِأَبِي حَنِيفَةَ - رَحِمَهُ اللَّهُ - فَقَالَ: قَوْلِي مِثْلُ قَوْلِكَ، وَقَوْلُ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ إِنْ كَانَ الْبَاقِي أَكْثَرَ مِنْ الذَّاهِبِ يَجُوزُ وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْهُ أَوْ مِثْلَهُ لَا يَجُوزُ.

وَرَوَى أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْبَلْخِيّ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - أَنَّهُ إِذَا ذَهَبَ الرُّبُعُ لَمْ يُجْزِهِ، وَذَكَرَ الْكَرْخِيُّ قَوْلَ مُحَمَّدٍ مَعَ قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ فِي رِوَايَتِهِ عَنْهُ فِي الْأَصْلِ، وَذَكَرَ الْقَاضِي فِي شَرْحِهِ مُخْتَصَرَ الطَّحَاوِيِّ قَوْلَهُ مَعَ قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ.

(وَجْهُ) قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ وَهُوَ إِحْدَى الرِّوَايَاتِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ الْقَلِيلَ وَالْكَثِيرَ مِنْ الْأَسْمَاءِ الْإِضَافِيَّةِ فَمَا كَانَ مُضَافُهُ أَقَلَّ مِنْهُ يَكُونُ كَثِيرًا وَمَا كَانَ أَكْثَرَ مِنْهُ يَكُونُ قَلِيلًا إِلَّا أَنَّهُ قَدْ قَالَ بِعَدَمِ الْجَوَازِ إِذَا كَانَا سَوَاءً احْتِيَاطًا لِاجْتِمَاعِ جِهَةِ الْجَوَازِ وَعَدَمِ الْجَوَازِ إِلَّا أَنَّهُ يُعْتَبَرُ بَقَاءُ الْأَكْثَرِ لِلْجَوَازِ وَلَمْ يُوجَدْ.

وَرُوِيَ عَنْ النَّبِيِّ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - أَنَّهُ نَهَى عَنْ الْعَضْبَاءِ قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ: الْعَضْبَاءُ الَّتِي ذَهَبَ أَكْثَرُ أُذُنِهَا، فَقَدْ اعْتَبَرَ النَّبِيُّ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - الْأَكْثَرَ، وَأَمَّا وَجْهُ رِوَايَةِ اعْتِبَارِ الرُّبُعِ كَثِيرًا فَلِأَنَّهُ يَلْحَقُ بِالْكَثِيرِ فِي كَثِيرٍ مِنْ الْمَوَاضِعِ كَمَا فِي مَسْحِ الرَّأْسِ وَالْحَلْقِ فِي حَقِّ الْمُحْرِمِ فَفِي مَوْضِعِ الِاحْتِيَاطِ أَوْلَى.

وَأَمَّا وَجْهُ رِوَايَةِ اعْتِبَارِ الثُّلُثِ كَثِيرًا فَلِقَوْلِ النَّبِيِّ -عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ- فِي بَابِ الْوَصِيَّةِ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ جَعَلَ -عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ- الثُّلُثَ كَثِيرًا مُطْلَقًا، وَأَمَّا وَجْهُ رِوَايَةِ اعْتِبَارِهِ قَلِيلًا فَاعْتِبَارُهُ بِالْوَصِيَّةِ؛ لِأَنَّ الشَّرْعَ جَوَّزَ الْوَصِيَّةَ بِالثُّلُثِ وَلَمْ يُجَوِّزْ بِمَا زَادَ عَلَى الثُّلُثِ فَدَلَّ أَنَّهُ إِذَا لَمْ يَزِدْ عَلَى الثُّلُثِ لَا يَكُونُ كَثِيرًا (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج۵ ص۷۵، کتاب التضحية، فصل فی شرائط جواز إقامة الواجب فی الأضحية، دارالکتب العلمية، بيروت)

اور تبیین الحقائق میں ہے کہ:

وَإِنْ بَقِيَ أَكْثَرُ الْأُذُنِ جَازَ ، وَكَذَا أَكْثَرُ الذَّنَبِ ؛ لِأَنَّ لِلْأَكْثَرِ حُكْمُ الْكُلِّ بَقَاءً وَذَهَابًا ، وَهَذَا ؛ لِأَنَّ الْعَيْبَ الْيَسِيرَ لَا يُمْكِنُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ فَجُعِلَ عَفْوًا ، وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ -رَحِمَهُ اللَّهُ- أَنَّ الثُّلُثَ إِذَا ذَهَبَ وَبَقِيَ الثُّلُثَانِ يَجُوزُ ، وَإِنْ ذَهَبَ أَكْثَرُ مِنْ الثُّلُثِ لَا يَجُوزُ ؛ لِأَنَّ الثُّلُثَ يَنْفُذُ فِيهِ الْوَصِيَّةُ مِنْ غَيْرِ إجَازَةِ الْوَرَثَةِ فَاعْتُبِرَ قَلِيلًا ، وَفِيمَا زَادَ لَا يَنْفُذُ إلَّا بِرِضَاهُمْ فَاعْتُبِرَ كَثِيرًا ، وَيُرْوَى عَنْهُ الرُّبُعُ ؛ لِأَنَّهُ يُحْكَى حِكَايَةَ الْكُلِّ ، وَيُرْوَى أَنَّ ذَهَابَ الثُّلُثِ مَانِعٌ لِقَوْلِهِ -عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ- فِي حَدِيثِ الْوَصِيَّةِ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ إذَا بَقِيَ أَكْثَرُ مِنْ النِّصْفِ أَجْزَأَهُ اعْتِبَارًا لِلْحَقِيقَةِ ، وَهُوَ اخْتِيَارُ أَبِي اللَّيْثِ ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ أَخْبَرْت بِقَوْلِي أَبَا حَنِيفَةَ قَالَ قَوْلِي قَوْلُك قِيلَ هُوَ رُجُوعٌ إلَى قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ ، وَقِيلَ مَعْنَاهُ قَوْلِي قَرِيبٌ مِنْ قَوْلِك ، وَفِي كَوْنِ النِّصْفِ مَانِعًا رِوَايَتَانِ عَنْهُمَا (تبيين الحقائق، ج٦ ص٥، ٦، كتاب الأضحية، المطبعة الكبرى الأميرية -بولاق ، القاهرة)

پہلی روایت جس کے مطابق ثُلث یا اس سے کم حصہ مقطوع ہونے کی صورت میں قربانی جائز ہے، اور ثُلث سے زائد حصہ مقطوع ہونے کی صورت میں قربانی جائز نہیں، اوراس روایت کے مطابق ثلث سے زائد اکثر کے اور ثلث اوراس سے کم اقل کے مفہوم میں داخل ہے۔

اس روایت کو قاضی خان وغیرہ نے ظاہر الروایۃ قرار دیا ہے، اوراس روایت کو صحیح وعلیہ الفتوٰی فرمایا ہے۔

چنانچہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ:

إذا كان الذاهب أكثر من الثلث و أقل من النصف لا يجوز فی ظاهر الرواية

عن أبی حنیفة رحمه الله تعالی و عند أبی یوسف و محمد رحمه الله تعالی إذا کان الذاهب أقل من النصف جاز و هو روایة عن أبی حنیفة رحمه الله تعالی وان کان الذاهب نصفا فعن ابی یوسف رحمه اللّٰہ تعالیٰ فیه روایتان * و الصحیح أن الثلث و ما دونه قلیل و مازاد علیه کثیر و علیه الفتوی (فتاوی قاضی خان، کتاب الأضحیة)

اور تیسری روایت جس کی رو سے باقی ماندہ حصہ مقطوع حصے سے زائد ہو، تو قربانی جائز ہے، اور باقی ماندہ حصہ مقطوع حصے سے کم یا برابر ہونے کی صورت میں قربانی جائز نہیں۔

اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ جس جانور کا نصف یا اس سے زائد حصہ مقطوع ہو، تو اس کی قربانی جائز نہیں، اور نصف سے کم حصہ مقطوع ہو تو قربانی جائز ہے، اور اس روایت میں اکثر و اقل کے حقیقی مفہوم کو مقطوع و باقی ماندہ حصہ کی نسبت سے ملحوظ رکھا گیا ہے۔ یہ قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک امام محمد رحمہ اللہ کا بھی۔ اور بعض حضرات نے امام ابو یوسف اور صاحبین رحمہما اللہ کے اسی قول کی طرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا رجوع قرار دیا ہے، اور اس میں عوام کے لئے سہولت ہے، اور بعض حضرات کا فتویٰ بھی اس کے مطابق ہے، اور بندہ کا رجحان بعض وجوہ کی بناء پر اسی وسعت والی روایت کی طرف ہے۔

چنانچہ درّمختار میں ہے کہ:

(وَمَقْطُوعِ أَكْثَرِ الْأُذُنِ أَوْ الذَّنَبِ أَوْ الْعَيْنِ) أَیُ الَّتِی ذَهَبَ أَكْثَرُ نُورُ عَيْنِهَا فَأُطْلِقَ الْقَطْعُ عَلَى الذَّهَابِ مَجَازًا، وَإِنَّمَا يُعْرَفُ بِتَقْرِيبِ الْعَلَفِ (أَوْ) أَكْثَرِ (الْأَلْيَةِ) لِأَنَّ لِلْأَكْثَرِ حُكْمُ الْكُلِّ بَقَاءً وَذَهَابًا فَيَكْفِی بَقَاءُ الْأَكْثَرِ، وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى مُجْتَبَى (الدر المختار)

اور اس کی شرح ردالمحتار میں ہے کہ:

(قَوْلُهُ وَمَقْطُوعِ أَكْثَرِ الْأُذُنِ إلَخْ) فِی الْبَدَائِعِ :لَوْ ذَهَبَ بَعْضُ الْأُذُنِ أَوْ الْأَلْيَةِ أَوْ الذَّنَبِ أَوْ الْعَيْنِ .ذَكَرَ فِی الْجَامِعِ الصَّغِيرِ إنْ كَانَ كَثِيرًا يَمْنَعُ، وَإِنْ يَسِيرًا لَا يَمْنَعُ .وَاخْتَلَفَ أَصْحَابُنَا فِی الْفَاصِلِ بَيْنَ الْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ؟ فَعَنْ أَبِی حَنِيفَةَ أَرْبَعُ رِوَايَاتٍ .رَوَى مُحَمَّدٌ عَنْهُ فِی الْأَصْلِ وَالْجَامِعِ الصَّغِيرِ أَنَّ الْمَانِعَ ذَهَابُ أَكْثَرَ مِنْ الثُّلُثِ، وَعَنْهُ أَنَّهُ الثُّلُثُ، وَعَنْهُ أَنَّهُ الرُّبُعُ، وَعَنْهُ أَنْ يَكُونَ الذَّاهِبُ أَقَلَّ مِنْ الْبَاقِی أَوْ مِثْلَهُ اهـ بِالْمَعْنَى وَالْأَوْلَى هِیَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ، وَصَحَّحَهَا فِی

الْخَانِيَّةِ حَيْثُ قَالَ :وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ الثُّلُثُ، وَمَا دُونَهُ قَلِيلٌ، وَمَا زَادَ عَلَيْهِ كَثِيرٌ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى اهـ وَمَشَى عَلَيْهَا فِي مُخْتَصَرِ الْوِقَايَةِ وَالْإِصْلَاحِ .وَالرَّابِعَةُ هِيَ قَوْلُهُمَا قَالَ فِي الْهِدَايَةِ .وَقَالَا :إذَا بَقِيَ الْأَكْثَرُ مِنْ النِّصْفِ أَجْزَأَهُ، وَهُوَ اخْتِيَارُ الْفَقِيهِ أَبِي اللَّيْثِ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ :أَخْبَرْت بِقَوْلِي أَبَا حَنِيفَةَ فَقَالَ قَوْلِي هُوَ قَوْلُك، قِيلَ هُوَ رُجُوعٌ مِنْهُ إلَى قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ، وَقِيلَ مَعْنَاهُ قَوْلِي قَرِيبٌ مِنْ قَوْلِك .وَفِي كَوْنِ النِّصْفِ مَانِعًا رِوَايَتَانِ عَنْهُمَا اهـ .وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ :وَظَاهِرُ مَذْهَبِهِمَا أَنَّ النِّصْفَ كَثِيرٌ اهـ .وَفِي غَايَةِ الْبَيَانِ :وَوَجْهُ الرِّوَايَةِ الرَّابِعَةِ وَهِيَ قَوْلُهُمَا وَإِلَيْهَا رَجَعَ الْإِمَامُ أَنَّ الْكَثِيرَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ أَكْثَرُهُ، وَفِي النِّصْفِ تَعَارَضَ الْجَانِبَانِ اهـ أَيْ فَقَالَ بِعَدَمِ الْجَوَازِ احْتِيَاطًا بَدَائِعُ، وَبِهِ ظَهَرَ أَنَّ مَا فِي الْمَتْنِ كَالْهِدَايَةِ وَالْكَنْزِ وَالْمُلْتَقَى هُوَ الرَّابِعَةُ، وَعَلَيْهَا الْفَتْوَى كَمَا يَذْكُرُهُ الشَّارِحُ عَنْ الْمُجْتَبَى، وَكَأَنَّهُمْ اخْتَارُوهَا لِأَنَّ الْمُتَبَادَرَ مِنْ قَوْلِ الْإِمَامِ السَّابِقِ هُوَ الرُّجُوعُ عَمَّا هُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ عَنْهُ إلَى قَوْلِهِمَا وَاَللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ (ردُّ المحتار ج ٦ ص ٣٢٣،٣٢٤،كتاب الأضحية،دارالفكر ،بيروت)

اورامام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فَإِنَّ أَصْحَابَنَا رَحِمَهُمُ اللهُ يَخْتَلِفُونَ فِي ذَلِكَ .فَأَمَّا أَبُو حَنِيفَةَ ,رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ فَرُوِيَ عَنْهُ :الْمَقْطُوعُ مِنْ ذَلِكَ ,إذَا كَانَ رُبُعَ ذَلِكَ الْعُضْوِ فَصَاعِدًا , لَمْ يَصِحَّ بِمَا قُطِعَ ذَلِكَ مِنْهُ ,وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنَ الرُّبُعِ ,ضَحَّى بِهِ .وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللهُ :إذَا كَانَ الْمَقْطُوعُ مِنْ ذَلِكَ ,هُوَ النِّصْفَ فَصَاعِدًا ,فَلَا يُضَحَّى بِمَا إذَا قُطِعَ ذَلِكَ مِنْهُ .وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنَ النِّصْفِ , فَلَا بَأْسَ أَنْ يُضَحَّى بِهَا .إلَّا أَنَّ أَبَا يُوسُفَ رَحِمَهُ اللهُ ذَكَرَ أَنَّهُ ذَكَرَ هَذَا الْقَوْلَ لِأَبِي حَنِيفَةَ فَقَالَ لَهُ :قَوْلِي مِثْلُ قَوْلِكَ .فَثَبَتَ بِذَلِكَ رُجُوعُ أَبِي حَنِيفَةَ :رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ ,عَنْ قَوْلِهِ الَّذِي قَدْ كَانَ قَالَهُ ,إلَى مَا حَدَّثَهُ بِهِ أَبُو يُوسُفَ .وَقَدْ وَافَقَ ذَلِكَ مِنْ قَوْلِهِمْ ,مَا رَوَيْنَا عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ فِي هَذَا الْبَابِ (شرح معانی الآثار، ج۴ص ۱۷۰، كتاب الصيد والذبائح والاضاحی، باب العيوب التی لايجوز الهدايا والضحايا اذا كانت بها)

خلاصہ یہ کہ حنفیہ کی مختلف روایات میں سے دو روایتیں راجح ہیں، ایک روایت کے مطابق جانور کے کان، دُم وغیرہ کے تہائی یا اس سے کم حصہ کٹا ہوا ہونے کی صورت میں قربانی جائز ہے، اور تہائی سے زائد حصہ کٹا ہوا ہونے کی صورت میں جائز نہیں۔

یہ روایت احتیاط پر مبنی ہے، اور بعض مشائخ کا فتویٰ اسی پر ہے۔

جبکہ دوسری روایت کے مطابق نصف سے کم حصہ کٹا ہوا ہونے کی صورت میں قربانی جائز ہے اور نصف یا اس سے زائد حصہ کٹا ہوا ہونے کی صورت میں قربانی جائز نہیں۔

یہ قول صاحبین رحمہما اللہ اور بطورِ خاص امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا ہے، اور بعض حضرات نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اسی کی طرف رجوع کرنا قرار دیا ہے، اور اسی پر فتویٰ ہونا بیان فرمایا ہے، اور یہ روایت سہولت اور وسعت پر مبنی ہے۔

اور جو حکم کان اور دُم کا ہے، وہی حکم بینائی ونظر کے متاثر وکمزور ہو جانے کا ہے کہ جس جانور کی بینائی متاثر وکمزور ہوگئی ہو، تو ایک روایت کے مطابق اگر تہائی سے زیادہ بینائی ختم ہوگئی ہو، اور دو تہائی سے کم بینائی باقی ہو، تو اس کی قربانی جائز نہیں، اور تہائی یا اس سے کم مقدار میں ختم ہوگئی ہو، اور دو تہائی یا اس سے زیادہ باقی ہو، تو جائز ہے، اور دوسری روایت کے مطابق اگر نصف یا اس سے زیادہ بینائی ختم ہوگئی ہو، اور نصف یا اس سے کم بینائی باقی ہو، تو قربانی جائز نہیں، اور نصف سے کم بینائی متاثر وختم ہوئی ہو، اور نصف سے زیادہ باقی ہو تو جائز ہے۔ [1]

---

[1] اور جانور کی بینائی کی مقدار کو پہچاننے کا بعض فقہائے کرام نے یہ طریقہ بیان فرمایا ہے کہ جانور کو کچھ وقت تک بھوکا رکھ کر پہلے عیب دار آنکھ پر کچھ باندھ کر دور سے چارہ دکھاتے ہوئے قریب لائیں، جہاں سے جانور کو نظر آ جائے، وہاں نشان کر دیں، پھر صحیح آنکھ کو باندھ کر یہی عمل دہرائیں، پھر دونوں کے فاصلوں کی نسبت معلوم کریں، اگر فرق نصف یا اس سے زائد ہے، تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ نصف یا اس سے زائد بینائی متاثر ہے، اور اگر فرق ثلث سے زائد ہے، تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ تہائی سے زائد بینائی متاثر ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(وَمَقْطُوعِ أَكْثَرِ الْأُذُنِ أَوْ الذَّنَبِ أَوْ الْعَيْنِ) أَىْ الَّتِي ذَهَبَ أَكْثَرُ نُورِ عَيْنِهَا فَأُطْلِقَ الْقَطْعُ عَلَى الذَّهَابِ مَجَازًا، وَإِنَّمَا يُعْرَفُ بِتَقْرِيبِ الْعَلَفِ (أَوْ) أَكْثَرِ (الْأَلْيَةِ) لِأَنَّ لِلْأَكْثَرِ حُكْمُ الْكُلِّ بَقَاءً وَذَهَابًا فَيَكْفِي بَقَاءُ الْأَكْثَرِ، وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى مُجْتَبًى (الدر المختار مع شرحه رد المحتار ج ٦ ص ٣٢٣، ٣٢٤، كتاب الأضحية)

ثم معرفة مقدار الذاهب والباقی متيسر فی غير العين ، وفی العين قالوا يشد عينها المعيبة بعد أن جاعت ثم يقرب العلف إليها قليلا قليلا فإذا رأته فی موضع علم ذلک الموضع ثم يشد عينها الصحيحة ، ويقرب العلف إليها شيئا فشيئا حتى إذا رأته من مكان علم عليه ثم ينظر ما بينهما من التفاوت فإن كان نصفا أو ثلثا أو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پس احتیاط تو اسی میں ہے کہ کان یا دُم وغیرہ کا تہائی سے زیادہ حصہ کٹے ہوئے اور تہائی سے زیادہ بینائی ختم شدہ جانور کی قربانی نہ کی جائے، اور اگر نصف سے کم حصہ کٹے ہوئے اور نصف سے کم بینائی ختم شدہ جانور کی قربانی کی، تو بھی ایک روایت کے مطابق قربانی درست ہوجاتی ہے۔اور ہمارے نزدیک قربانی ادا ودرست ہوجانے کے اعتبار سے یہی وسعت والی روایت راجح ہے۔ [۱]

پھر اگر کسی جانور کے تھوڑے تھوڑے دونوں کان کٹے یا چِرے ہوئے ہوں، اور کسی ایک کٹے یا چِرے ہوئے کان کی مقدار تو اسی کان کی باقی ماندہ مقدار کے مقابلے میں مانع نہ ہو (یعنی ایک روایت کے مطابق تہائی یا اس سے کم اور دوسری روایت کے مطابق نصف سے کم کٹی ہوئی ہو) لیکن دونوں کانوں کی کٹی ہوئی مقدار کا مجموعہ ایک کان کی باقی ماندہ مقدار کے مقابلے میں مانع بن جاتا ہو (یعنی دونوں کانوں کی کٹی ہوئی مقدار کا مجموعہ ایک روایت کے مطابق ایک کان کے تہائی سے زیادہ اور دوسری روایت کے مطابق ایک کان کے نصف یا اس سے زیادہ کٹی ہوئی مقدار بن جاتی ہو) تو وہ قربانی کے لئے مانع ہوگا یا نہیں؟ بالفاظِ دیگر دونوں کانوں کی مقدار کو جمع کرکے دیکھا جائے گا یا نہیں؟ تو اس بارے میں فقہاء کے دونوں طرح

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

غير ذلك فالذاهب هو ذلك القدر (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ج ٦ ص ٦ كتاب الأضحية)

ثم معرفة المقدار في غير العين متيسر، وفي العين قالوا :تشد العين المعيبة بعد أن لا تعتلف الشاة يوما أو يومين ثم يقرب العلف إليها قليلا قليلا، فإذا رأته من موضع أعلم على ذلك المكان ثم تشد عينها الصحيحة وقرب إليها العلف قليلا قليلا حتى إذا رأته من مكان أعلم عليه .ثم ينظر إلى تفاوت ما بينهما، فإن كان ثلثا فالذاهب الثلث، وإن كان نصفا فالنصف (فتح القدير، ج ٩، ص ٥١٥، كتاب الأضحية)

[۱] اور ہم نے ''ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام'' کے پانچویں ایڈیشن میں اسی وسعت وسہولت والی روایت کو اختیار کیا ہے، جبکہ اس سے پہلے تہائی سے زائد والی روایت کو اختیار کیا تھا، البتہ ہماری کتاب کے حاشیہ میں جو یہ عبارت درج ہے کہ:

''جبکہ امام صاحب رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق تہائی یا اس سے زیادہ کان، دُم وغیرہ کٹے ہوئے جانور کی قربانی جائز نہیں، اور اس سے کم کٹے ہوئے ہونے کی صورت میں جائز ہے، اور یہ روایت احتیاط پر مبنی ہے، اور بہت سے اکابر فقہاء نے بر بنائے احتیاط اسی کو اختیار کیا ہے، اور بندہ نے بھی بعض تحریرات میں پہلے اسی کو اختیار کیا تھا'' (ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام، صفحہ ۳۵۳، پانچواں ایڈیشن)

اس عبارت میں یہ اصلاح ہونی مناسب ہے کہ:

''جبکہ امام صاحب کی ایک روایت کے مطابق (جس کو بعض حضرات نے ظاہر الروایۃ قرار دیا ہے) تہائی سے زیادہ کان، دُم وغیرہ کٹے ہوئے جانور کی قربانی جائز نہیں، اور تہائی یا اس سے کم کٹے ہوئے ہونے کی صورت میں جائز ہے، الخ''

آئندہ طباعت میں ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کردی جائے گی، اس عبارت کی اصلاح کی طرف جناب مولانا مفتی ضیاء الرحمٰن صاحب زید مجدہٗ (دارالافتاء: دارالعلوم تعلیم القرآن، راولپنڈی) نے توجہ دلائی، جن کا بندہ ممنون ہے۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

محمد رضوان۔

کے اقوال ہیں۔

احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی قربانی نہ کی جائے، اگر کسی نے کر دی تو امید ہے کہ اس کی قربانی ادا ہو جائے گی۔ ل فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان

۲۹/ ذوالحجہ/۱۴۳۲ھ 26 /نومبر/ 2011 بروز ہفتہ

دارالافتاء، ادارہ غفران راولپنڈی

ل وفی البزازية :وهل تجمع الخروق فی أذنی الأضحية؟ اختلفوا فيه .قلت :وقدم الشارح فی باب المسح علی الخفين أنه ينبغی الجمع احتياطا (ردالمحتار، ج۶ ص ۳۲۴، کتاب الاضحية)

وفی الخلاصة أيضا والخرق فی أذنی الأضحية هل يجمع اختلف المشايخ فيه(البحر الرائق، ج ۱ ص ۱۸۶، کتاب الطهارة، باب المسح علی الخفين)

ولا يجمع ما ذهب من الأذنين علی ما قال أبو علی الرازی وقال ابن سماعة إنه يجمع(مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، ج ۲ ص ۵۲۰، کتاب الأضحية)

وسئل عمرو بن الحافظ عن الأضحية إذا كان الذاهب من كل واحدة من الأذنين السدس هل يجمع حتی يكون مانعا علی قول أبی حنيفة -رحمه الله تعالی -قياسا علی النجاسات فی البدن أم لا يجمع كما فی الخروق فی الخفين؟ قال :لا يجمع (الفتاوی الهندية، ج۵، ص ۲۹۸، کتاب الأضحية، الباب الخامس فی بيان محل إقامة الواجب)

ہماری کتاب ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام کے پانچویں ایڈیشن میں صفحہ ۳۵۲ پر اس مسئلے کی عبارت میں ابہام واجمال پایا جاتا ہے، جو غلط فہمی کا باعث ہے، اس لئے آئندہ طباعت میں ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کر دی جائے گی۔

آخر میں عرض ہے کہ فقہائے کرام کا یہ اختلاف ایک جانور کے دونوں کانوں کے خروق کو جمع کرنے نہ کرنے کے بارے میں ہے، اور ایک جانور کے دونوں آنکھوں کی بینائی کی کمزوری کو جمع کرنے نہ کرنے کے بارے میں اختلاف نظر سے نہیں گزرا، بلکہ آنکھوں کی بینائی کے سلسلہ میں اس مسئلہ کو بیان کرتے وقت فقہائے کرام نے صحیح آنکھ کو باندھ کر متاثر شدہ آنکھ کی بینائی کی مقدار کو معلوم کرنے کا طریقہ بیان کیا ہے کما قالوا :تشد العين المعيبة .وقالوا: ثم تشد عينها الصحيحة

جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں آنکھوں کی بینائی کی کمزوری کو جمع نہیں کیا جائے گا، لیکن دونوں کانوں کے خروق کو جمع کرنے نہ کرنے کے دونوں قولوں پر قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ اختلاف دونوں آنکھوں کی بینائی کے بارے میں بھی جاری ہونا چاہئے، مگر چونکہ دونوں آنکھوں کی بینائی متاثر ہونے کی صورت میں مقدار کو معلوم کرنے کا طریقہ متعذر ہے، کیونکہ ختم شدہ بینائی کی مقدار کو صحیح آنکھ کی مقدار کا تقابل کر کے معلوم کیا جاتا ہے، غالباً اس وجہ سے فقہائے کرام نے اس سے تعرّض نہیں فرمایا، تاہم جس جانور کو دونوں آنکھوں سے کم نظر آتا ہو، اس کی مقدار کو معلوم کرنے کا یہ طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے کہ اسی جیسے دوسرے جانور کو اس کے ساتھ رکھ کر تقابل سے مقدار کو معلوم کیا جائے، مگر فقہائے کرام سے اس کی تصریح نہیں مل سکی۔

دیگر اہلِ علم حضرات اس کی تحقیق فرما لیں، تو بہتر ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد رضوان۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

اچھے اور بُرے خواب (قسط۵)

جھوٹا خواب بیان کرنے کا وبال

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :إِنَّ مِنْ أَفْرَى الْفِرَى أَنْ يُرِيَ عَيْنَيْهِ فِي الْمَنَامِ مَا لَمْ تَرَيَا (مسند احمد، رقم الحديث ۵۷۱۱، واللفظ لهٗ،بخاری، رقم الحديث ۷۰۴۳) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدترین افتراء پردازی یہ ہے کہ انسان اپنی آنکھوں کو خواب میں وہ چیز دکھائے (یعنی دوسرے کے سامنے بیان کرے) جو اس کی آنکھوں نے نہ دیکھی ہو (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ کسی کے سامنے ایسا خواب یا خواب کا ایسا پہلو بیان کرنا جو اس نے نہ دیکھا ہو، یہ بدترین جھوٹ ہے۔ [2]

---

[1] فی حاشية مسنداحمد: إسناده صحيح على شرط البخارى، رجاله ثقات رجال الشيخين .غير عبد الرحمن بن عبد الله بن دينار، فمن رجال البخارى،

[2] (وعن ابن عمر -رضى الله تعالى عنه -أن رسول الله ﷺقال :من أفرى الفرى) : بكسر الفاء جمع فرية وهى الكذبة، وأفرى أفعل منه للتفضيل أى :أكذب الكذبات (أن يرى) : بضم ياء وكسر راء (الرجل عينيه ما لم تريا) أى :شيئا لم تر عيناه فى النهاية أى يقول :رأيت فى النوم كذا، ولم يكن رأى شيئا ;لأنه كذب على الله، فإنه هو الذى يرسل ملك الرؤيا ليريه المنام، قال الطيبى :المراد بإراء الرجل عينيه وصفهما بما ليس فيهما ونسبة الكذبات إلى الكذب للمبالغة نحو قولهم :ليل أليل وجد جده قال السيوطى :الفرية الكذبة العظيمة، وجعل كذب المنام أعظم من كذب اليقظة ;لأنه كذب على الله وادعى جزء ا من أجزاء النبوة كذبا .(رواه البخارى) : وفى الجامع :(إن من أعظم الفرى أن يدعى الرجل لغير أبيه، أو يرى عينيه ما لم تريا، أو يقول على رسول الله ما لم يقل ."رواه البخارى عن واثلة، وروى أحمد عن ابن عمر بلفظ " :إن من أفرى الفرى أن يرى الرجل عينيه فى المنام ما لم تريا(مرقاة المفاتيح، ج۷ص ۲۹۳۴، كتاب الرؤيا)

(وعن ابن عمر رضى الله عنهما قال قال رسول الله ﷺأفرى الفرى) بكسر الفاء وتخفيف الراء مقصوراً جمع فرية (أن يرى الرجل عينيه ما لم تريا) أى :بأن يسند إليهما رؤيا ما لم ترياه(دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج۸ص ۳۷۵، باب فى تحريم الكذب)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الفِرَى أَنْ يَدَّعِيَ الرَّجُلُ إِلٰى غَيْرِ أَبِيْهِ، أَوْ يُرِيَ عَيْنَهُ مَا لَمْ تَرَ، أَوْ يَقُوْلَ عَلٰى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ يَقُلْ (بخاری، رقم الحديث ۳۵۰۹)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بڑی افتراء پردازی (اورسب سے بڑا جھوٹ) یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے علاوہ (کسی اور) کی طرف دعویٰ (ونسبت) کرے (یعنی اپنے نسب میں غلط بیانی سے کام لے) یا اپنی آنکھوں کو وہ چیز دکھائے (یعنی جھوٹا خواب بیان کرے) جواس نے نہیں دیکھی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس بات کی نسبت کرے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی (ترجمہ ختم)

اور حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ " :إِنَّ أَعْظَمَ الْفِرَى ثَلَاثَةٌ :أَنْ يَفْتَرِيَ الرَّجُلُ عَلٰى عَيْنَيْهِ، يَقُوْلُ :رَأَيْتُ وَلَمْ يَرَ، وَأَنْ يُّفْتَرِيَ عَلٰى وَالِدَيْهِ، فَيَدَّعِيْ إِلٰى غَيْرِ أَبِيْهِ، أَوْ يَقُوْلَ :سَمِعَنِيْ وَلَمْ يَسْمَعْ مِنِّي " (مسند احمد، رقم الحديث ۱۶۰۰۸) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بڑی افتراء پردازی تین ہیں، ایک یہ کہ آدمی اپنی آنکھوں پر جھوٹ باندھے یعنی یہ کہے کہ میں نے (خواب میں یہ) دیکھا ہے، حالانکہ اس نے نہیں دیکھا، دوسرے یہ کہ اپنے والدین پر جھوٹ باندھے، پس اپنے والد کے علاوہ (کسی اور) کی طرف دعویٰ (ونسبت) کرے، تیسرے یہ کہے کہ اس نے میرے (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) سے (بلاواسطہ یا بالواسطہ) یہ بات سنی ہے، حالانکہ اس نے مجھ سے (بلاواسطہ یا بالواسطہ) یہ بات نہیں سنی (ترجمہ ختم)

---

[1] فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير معاوية بن صالح :وهو الحضرمی، فمن رجال مسلم، وأخرج له البخاری فی "القراء ة خلف الإمام"، وأصحاب السنن.

Idara Ghufran

اس حدیث کا مضمون بھی اس سے پچھلی حدیث کے مطابق ہے۔ ۱؎

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلُمٍ لَمْ یَرَهُ کُلِّفَ أَنْ یَّعْقِدَ بَیْنَ شَعِیْرَتَیْنِ، وَلَنْ یَّفْعَلَ (بخاری، رقم الحدیث ۷۰۴۲)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے (کسی کے سامنے) ایسا خواب بیان کیا کہ جو اس نے نہیں دیکھا، تو اُس کو (قیامت کے دن) جَو کے دو دانوں کے درمیان گرہ لگانے کا مکلّف کیا جائے گا، اور وہ ہرگز (ان کے درمیان) گرہ نہیں لگا سکے گا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ تَحَلَّمَ حُلُمًا کَاذِبًا، کُلِّفَ أَنْ یَّعْقِدَ بَیْنَ شَعِیْرَتَیْنِ، وَیُعَذَّبُ عَلٰی ذٰلِکَ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحدیث ۳۹۱۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جھوٹا خواب بیان کیا، تو اس کو (قیامت کے دن) جَو کے دو دانوں کے درمیان گرہ لگانے کا مکلّف کیا جائے گا، اور اس پر اس کو عذاب دیا جائے گا (ترجمہ ختم)

جَو کا دانہ گندم کے دانے کی طرح ہوتا ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ جَو کے دو دانوں کے درمیان گرہ لگانا ممکن نہیں، لہٰذا جو شخص کسی کے سامنے جھوٹا خواب بیان کرے، اس کو اس جھوٹ کی وجہ سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے جَو کے دو دانوں کے درمیان گرہ لگانے کا مکلّف کیا جائے گا، اور وہ اس کام کو نہیں کر سکے گا، لہٰذا اس کو مسلسل عذاب میں مبتلا رکھا جائے گا۔

جھوٹے خواب کے بیان کرنے پر اتنی سخت وعید اور عذاب کی وجہ یہ ہے کہ اچھے خواب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی

۱؎ (إن من أعظم الفری) بوزن الشری أی أکذب الکذبات الشنیعة إذ الفریة الکذبة العظیمة وجمعه فری کمریة ومری مقصور وممدود (أن یری) بضم التحتیة أوله فکسر من الإراء ة (الرجل عینیه) بالتثنیة منصوب بالیاء مفعول (فی المنام ما لم تریا) أی یدعی أن عینیه رأتا فی النوم شیئا ما رأتاه فیقول رأیت فی منامی کذا وهو یکذب لأن ما یراه النائم إنما یراه بإراء ة الملک والکذب علیه کذب علی الله وذکر العین وإن کانت رؤیاه بنفسه لا بجارحة لأنه إنما یری فی النوم ما تخیله بالجارحة یقظة ویسمع بجارحة الأذن وغیر ذلک من الجوارح لکونها هی الطرق المألوفة فی الیقظة فی إیصال المحسوس إلی النفس وإلا فالعین لا تری فی النوم بل النفس هی الباصرة السامعة (فیض القدیر للمناوی، تحت رقم الحدیث ۲۴۲۸)

طرف اورنبوت کے علم کی طرف کی گئی ہے،اور جھوٹے خواب میں عام طور پر انسان کوئی اچھی چیز گھڑ کر بیان کرتا ہے،اس طرح سے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ اوراس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی نسبت کرتا ہے۔ ۱؎

۱؎ (وعنه) : أى عن ابن عباس (قال :سمعت رسول الله -صلى الله عليه وسلم -يقول :من تحلم بحلم) : الحلم بضم المهملة وسكون اللام ويضم ما يراه النائم، وقد ضبطه المظهر بضمتين والنووى بضم فسكون، وقال القاضى :الحلم بضمتين الرؤيا وحلم يحلم بالضم حلما رأى الرؤيا، وتحلم إذا ادعى أنه رأى .وفى القاموس :الحلم بالضم وبضمتين الرؤيا جمعه أحلام، حلم فى نومه واحتلم وتحلم وانحلم، وتحلم الحلم استعمله .وقال ابن حجر :تحلم أى تكلف الحلم، وحاصل المجموع أن معناه من ادعى الرؤيا بحلم (لم يره) : أى فى منامه (كلف أن يعقد بين شعيرتين، ولن يفعل) : أى لن يستطع ذلك، وهذا التكليف مع عدم قدرته عليه مبالغة فى تعذيبه فيعذب به أبدا قال القاضى :أى عذب حتى يفعل ذلك، فيجمع بين ما لم يمكن أن يعقد، كما عقد بين ما سرده، واختلق من الرؤيا، ولم يكن يقدر أن يعقد بينهما، وقيل :ليس معناه أن ذلك عذابه وجزاؤه، بل إنه يجعل ذلك شعاره ليعلم به أنه كان يزور الاحتلام .ولفظة كلف تشعر بالمعنى الأول .وفى النهاية :إن قيل :إن كذب الكاذب فى منامه لا يزيد على كذبه فى يقظته، فلم زادت عقوبته ووعيده؟ قيل :قد صح الخبر أن الرؤيا الصادقة جزء من النبوة، والنبوة لا تكون إلا وحيا، والكاذب فى رؤيا يدعى أن الله تعالى أراه ما لم يره، وأعطاه جزء ا من النبوة لم يعطه إياه، والكاذب على الله تعالى أعظم فرية ممن كذب على الخلق أو على نفسه.

قال الطيبى :فيه أن هذه الرؤيا مخصوصة بما يتعلق بالإخبار عن الغيوب، وأمور الدين .قلت :لم يخرج شىء من الرؤيا عن أمور الغيب، فليس فيه ما يتوهم من الغيب .قال المظهر :إن هذا التغليظ فى شأن من يقول :إن الله تعالى جعلنى نبيا وأخبرنى بأن فلانا مغفور أو ملعون، أو بكذا وكذا، أو أمرنى النبى -صلى الله عليه وسلم -بكذا وكذا، ولم يكن قد رأى ذلك، وأما من يقول :أمرنى الله بالطاعة واجتناب المعصية، أو بوعظ الناس والبر إليهم، وإن كان كاذبا فى رؤياه إلا أن عذابه لم يكن مثل عذاب الآخر .قلت :لأن الآخر جمع بين كذبين، مع أن الكذب يتفاوت فى اليقظة أيضا، فالأحسن حمل الحديث على عمومه، كما هو ظاهر اللفظ :والعذاب على وفق الكذب، وتفاوت مراتبه .نعم تخصيص الرؤيا إما لأنه مركب من الكذب، أو لأنه من أشد أنواع الكذب لكونه افتراء على الله، وادعاء للغيب والله أعلم .ويؤيده ما روى أحمد عن ابن عمر مرفوعا " :إن من أعظم الفرى أن يرى الرجل عينه ما لم تره(مرقاة المفاتيح، ج۷ص۲۸۵۳، باب التصاوير)

(من تحلم) بالتشديد أى تكلف الحلم بأن زعم أنه حلم حلما أى رأى رؤيا فى حال كونه (كاذبا) فى دعواه أنه رأى ذلك فى منامه (كلف) بضم الكاف وشد اللام المكسورة (يوم القيامة أن يعقد بين شعيرتين) بكسر العين تثنية شعيرة (ولن) يقدر أن (يعقد بينهما) لأن اتصال أحدهما بالأخرى غير ممكن عادة فهو يعذب حتى يفعل ذلك ولا يمكنه فعله فكأنه يقول يكلف ما لا يستطيعه فيعذب عليه فهو كناية عن تعذيبه على الدوام ولا دلالة فيه على جواز التكليف بما لا يطاق لأنه ليس فى دار التكليف ووجه اختصاص الشعير بذلك دون غيره لما فى المنام من الشعور وبما دل عليه فحصلت المناسبة بينهما من جهة الاشتقاق وإنما شدد الوعيد على ذلك مع أن الكذب فى اليقظة قد يكون أشد مفسدة منه إذ يكون شهادة فى قتل أو حد لأن الكذب فى النوم كذب على الله تعالى لأن الرؤيا جزء من النبوة وما كان من أجزائها فهو منه تعالى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خلاصہ یہ کہ کسی کے سامنے جھوٹا خواب بیان کرنا، یا خواب میں ایسی چیز شامل کر کے بیان کرنا، جو اس نے نہ دیکھی ہو، یہ بدترین جھوٹ اور سخت عذاب کا باعث ہے۔

آج کل بعض لوگ اپنی عقیدت پیدا کرنے کے لئے، یا دوسروں سے کوئی دوسرا مالی یا جانی مفاد حاصل کرنے کے لئے کوئی جھوٹا خواب بیان کردیتے ہیں، مثلاً کوئی رشتہ دوسرے سے قبول کرانے یا رَد کرنے کے لئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ انہوں نے استخارہ کرنے کے بعد خواب میں اس طرح دیکھا ہے، حالانکہ انہوں نے خواب میں اس طرح کی چیز نہیں دیکھی ہوتی، یا مثلاً اس طرح کا جھوٹا خواب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، یا فلاں صحابی یا فلاں بزرگ کی زیارت کی ہے۔

یہ اور اس طرح کی دوسری شکلوں میں جھوٹا خواب بیان کرنا سخت گناہ ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والكذب على الخالق أقبح منه على المخلوق(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٨٥٧٧)

(وعن ابن عباس رضى الله عنهما عن النبى -صلى الله عليه وسلم -قال :من تحلم) بفتح التاء والمهملة وتشديد اللام أى :تكلف الحلم أى :كذب بما لم يره فى منامه كما علق به قوله :(بحلم لم يره) والحلم بضم المهملة، والمراد به هنا مطلق ما يرى مناماً، خيراً كان أو شراً، وإن كان قد يخص الأخير، كما تقدم فى حديث" :الرؤيا من الله والحلم من الشيطان "(كلّف) بصيغة المجهول (أن يعقد بين شعيرتين ولن يفعل) عند أحمد" :من تحلم كاذباً دفع إليه شعيرة حتى يعقد بين طرفيها وليس بعاقد وعنده عذب حتى يعقد بين شعيرتين وليس عاقداً ."قال الحافظ :وذلك ليطول عذابه فى النار؛ لأن عقده بين طرفى الشعيرة غير ممكن؛ قال الحافظ فى الفتح :الحق أن التكليف ليس هو المصطلح عليه فى الدنيا، وإنماهو كناية عن التعذيب اهـ .قال الطبرى :إنما أسند الوعيد فيه، مع أن الكذب فى اليقظة، قد يكون أشد مفسدة منه، كشهادة الزور فى قتل مسلم، أو أخذ ماله :لأن الكذب فى المنام كذب على الله؛ وذلك لحديث "الرؤيا جزء من النبوة "وما كان من أجزاء النبوة فمن الله (دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج٨ص ٣٧٣، ٣٧٤، باب فى تحريم الكذب)

بسلسلہ: آدابُ المعاشرت — اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن

صفائی وپاکیزگی کی فضیلت واہمیت

اسلام میں نظافت ونفاست اور پاکیزگی کی فضیلت و اہمیت ،اسلامی نظافت ونفاست کی جامعیت،صفائی وپاکیزگی اور حسن وجمال کی حدودوقیود،صفائی اور پاکیزگی کی مسنون ومستحب صورتیں

مؤلف: مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی

Idara Ghufran

عبرت کدہ ﴿إِنَّ فِيْ ذَالِکَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَ بْصَارِ﴾ ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت یوسف علیہ السلام (قسط ۱۷)

حضرت یوسف علیہ السلام قید میں

جب عزیزِ مصر کی بیوی کا مطالبہ زیادہ بڑھا، اور اس کی طرف سے قید و بند کی دھمکی دی گئی، تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ جس گناہ کی طرف یہ عورتیں مجھے دعوت دے رہی ہیں، اس گناہ میں مبتلا ہونے سے بہتر ہے کہ میں جیل میں قید ہی ہو جاؤں۔ ۱

چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

فَاسْتَجَابَ لَه رَبُّه فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ، اِنَّه هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (سورۃ یوسف آیت ۳۴)

ترجمہ: پھر یوسف علیہ السلام کے رب نے ان کی دعا قبول کی پس ان (عورتوں) کا فریب ان سے دور کر دیا گیا، بے شک وہی سننے والا جاننے والا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے جال سے بچانے کے لئے یہ سامان فرما دیا کہ عزیزِ مصر اور اس کے دوستوں کو اگرچہ حضرت یوسف علیہ السلام کی بزرگی اور تقویٰ و طہارت کی کھلی نشانیاں دیکھ کر ان کی پاکبازی کا یقین ہو چکا تھا، مگر شہر میں اس واقعہ کا چرچا ہونے لگا تھا، اس لئے اس کو ختم کرنے کے لئے ان کو مصلحت اس میں نظر آئی کہ کچھ عرصہ کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل میں بند کر دیا جائے، تاکہ اپنے گھر میں ان شبہات کا کوئی موقع باقی نہ رہے، اور لوگوں کی زبانوں سے یہ چرچا بھی ختم ہو جائے۔ ۲

---

۱ (فاستجاب لَهُ رَبُّهُ) فأجاب الله دعاءه الذى تضمنه قوله : (وَإِلَّا تَصْرِفْ) (فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ) فثبته بالعصمة حتى وطن نفسه على مشقة السجن وآثرها على اللذة المتضمنة للعصيان (إِنَّهُ هُوَ السميع) لدعاء الملتجئين إليه (العليم) بأحوالهم وما يصلحهم (التفسير البيضاوى ،تحت آيت ۳۴ من سورة يوسف)

۲ (ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا رَأَوُا الآيَاتِ لَيَسْجُنُنَّهُ حَتَّى حِينٍ)يقول تعالى :ثم ظهر لهم من المصلحة فيما رأوه أنهم يسجنونه إلى حين، أى :إلى مدة، وذلك بعدما عرفوا براء ته، وظهرت الآيات -وهى الأدلة -على صدقه فى عفته ونزاهته .فكأنهم -والله أعلم -إنما سجنوه لما شاع الحديث إيهاماأن هذا راودها عن نفسها، وأنهم سجنوه على ذلك .ولهذا لما طلبه الملك الكبير فى آخر المدة، امتنع من الخروج حتى تتبين براء ته مما نسب إليه من الخيانة،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰیٰتِ لَیَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰی حِیْنٍ (سورۃ یوسف آیت ۳۵)

ترجمہ: پھر ان تمام نشانیوں کے دیکھ لینے کے بعد بھی انہیں یہی مصلحت معلوم ہوئی کہ یوسف کو کچھ مدت کے لئے قید خانہ میں رکھیں۔ [1]

بہر حال حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانہ بھیج دیا گیا، اس طرح ایک پاکباز ومعصوم انسان کو جس کی عصمت وتقدس کی گواہی بطور معجزہ ایک شیر خوار بچے کی معصوم زبان نے دی، شاہی اندھی بہری مصلحتوں کی بھینٹ چڑھا دیا گیا، ویسے بھی سیاست میں سب کچھ چلتا ہے، اپنی ملکی سیاسیت گواہ ہے، مقصد یہ تھا کہ عزیزِ مصر کی بیوی رسوائی سے بچ جائے، اور مجرم کو کوئی مجرم نہ کہہ سکے۔

پھر حضرت یوسف علیہ السلام پانچ یا سات سال تک قید میں رہے۔ [2]

اور جیل خانہ ان کے داخل ہوتے ہی رشکِ گلستان بن گیا، حضرت یوسف علیہ السلام کے داخلِ زنداں ہونے کے بعد مجرموں کا یہ عقوبت خانہ رشد وہدایت، دعوت واصلاح اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے زمزموں سے گونجنے لگا، جیسا کہ آنے والی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جو بھی آتا، تو آپ پہلے اس کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آخرت کی دعوت دیتے تھے۔ (جاری ہے............)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ فلما تقرر ذلک خرج وهو نَقِیّ العرض، صلوات الله علیه وسلامه. وذكر السُّدِّی: أنهم إنما سجنوه لئلا یشیع ما كان منهافی حقه، ویبرأ عرضه فیفضحها (تفسیر ابنِ كثیر، ج۴ ص۳۸۷، تحت آیت ۳۴ من سورة یوسف)

[1] ثُمَّ بَدا لَهُمْ ای ظهر للعزیز وأصحابه فی الرأی مِنْ بَعْدِ ما رَأَوُا الْآیاتِ الدالة علی براءة یوسف من كلام الطفل وقد القمیص من دبر وقطع النساء أیدیهن واستعصامه عنهن - وفاعل بدا ضمیر مبهم یفسره قوله لَیَسْجُنُنَّهُ حَتَّى حِینٍ ای مدة یرون فیها رأیهم وذلک باستهزال المرأة لزوجها وكان زوجها مطواعا لها ذلولا ذمامه فی یدها وقد طمعت ان یذلل السجن یوسف ویسخره لها او خافت علیه العیون وظنت منه الظنون فالجاها له الخجل من الناس والوجل من الیأس الی ان رضیت بالحجاب مكان خوف الذهاب - لتشتفی بخبره إذا منعت من نظره وقضاء حاجتها منه وقالت لزوجها ان هذا العبد العبرانی قد فضحنی فی الناس یخبرهم انی راودته عن نفسه فاما ان تأذن لی فی الخروج فاخرج فاعتذر الی الناس - واما ان تحبسه الی ان تنقطع مقالة الناس ویحسب الناس انه المجرم (التفسیر المظهری، ج۵ ص۱۶۰، ۱۶۱، تحت سورة یوسف)

[2] الثالثة - قوله تعالی: (حتی حین) أی إلی مدة غیر معلومة، قاله كثیر من المفسرین. وقال ابن عباس: إلی انقطاع ما شاع فی المدینة. وقال سعید بن جبیر: إلی ستة أشهر. وحكی إلكیا أنه عنی ثلاثة عشر شهرا. عكرمة: تسع سنین. الكلبی: خمس سنین. مقاتل: (سبع)...... قال ابن عباس: عثر یوسف ثلاث عثرات: حین هم بها فسجن (تفسیر القرطبی ج۹ ص۱۸۸، تحت آیت ۳۵ من سورة یوسف)

Idara Ghufran

طب وصحت

جناب مسعود احمد برکاتی صاحب

اچھی اور بُری عادتیں

عادتیں زندگی میں سہولت پیدا کرتی ہیں، جو کام عادت کے مطابق کیا جائے، وہ جلد ہو جاتا ہے، اور قوت بھی کم خرچ ہوتی ہے، جو کام عادت کے بغیر یا عادت کے خلاف کیا جائے، وہ مشکل سے ہوتا ہے، دیر میں ہوتا ہے، اور زیادہ قوت اور توجہ صَرف کرنے کے بعد تکمیل پذیر ہوتا ہے، عادت میں ذہنی اور جسمانی دونوں قسم کی مشق شامل ہوتی ہے، ایک کاغذ کو جو پہلے سے تہ کیا ہوا ہو کھول کر دوبارہ تہ کرنے میں توجہ صَرف کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، لیکن نئے کاغذ کو تہہ کرنے کے لئے توجہ ضروری ہوگی، جن کاموں کے آپ عادی ہیں، وہ بہ آسانی اور بہ خوبی انجام پاتے ہیں، اور جن کاموں کو آپ عادت کے بغیر کرتے ہیں، ان میں ارادہ کی قوت صَرف کرنی پڑتی ہے، اور اگر ارادے میں پختگی یا استقلال نہ ہو، تو بعض اوقات ایسے کام انجام پذیر نہیں ہو پاتے، ذرا سوچئے اگر روزمرہ زندگی کے بیش تر کام آپ عادتاً نہ کرتے ہوں، تو آپ کا سارا وقت معمولات ہی میں ضائع ہو جائے گا، اور جب آپ شام کو اپنی کارگزاری کا جائزہ لیں گے، تو معلوم ہوگا کہ آپ نے دن بھر کوئی خاص کام کیا ہی نہیں، انسان کے معمولات میں اتنے بہت سے کام شامل ہیں کہ اگر ان کی تکمیل میں عادت کی قوت شامل نہ ہو، تو آدمی ان ہی میں الجھ کر رہ جائے، اور کسی مصرف کا نہ رہے۔

عادتیں کیسے پڑتی ہیں؟

عادتوں کا پڑنا ایک دلچسپ نفسیاتی مسئلہ ہے، ہر عادت کی تہہ میں کوئی محرک ضرور کام کرتا ہے، ایک مثال لیجئے، آپ رات کو سونے سے پہلے صبح دفتر پہن کر جانے والے کپڑے تیار کر لیتے ہیں، آپ سمجھتے ہیں کہ صبح وقت کم ہوگا، اور اگر کپڑوں میں کوئی خرابی نکلی، تو اس کی درستی میں وقت لگ جائے گا، اور آپ دفتر صحیح وقت پر نہ پہنچ سکیں گے، اس لئے آپ رات ہی کو کپڑے دیکھ بھال کر رکھتے ہیں، اس کے بغیر آپ کو نیند نہیں آتی، چاہے بارہ بج چکے ہوں، یہ ایک عادت ہے، جس کو پورا کرنے میں آپ کو تکلیف نہیں ہوتی، بلکہ اطمینان حاصل ہوتا ہے، جس کام کی، جس چیز کی آپ عادت ڈالنا چاہتے ہیں، اس میں کامیابی نہ ہو تو

آپ بے چین اور بدمزہ ہوجاتے ہیں، اگر آپ غور کریں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ آپ کی پوری شخصیت مختلف النوع عادتوں کا مجموعہ ہے۔

☆......کیا آپ کی عادت ہے کہ آپ ملاقاتیوں کو دیکھ کر مسکرا دیتے ہیں؟

☆......جب کوئی کام بگڑ جاتا ہے، تو کیا آپ عادتاً مشتعل ہوجاتے ہیں؟

☆......کیا آپ کی عادت ہے کہ شُبے کا فائدہ دوسروں کو دیتے ہیں؟

☆......کیا آپ چائے میں شکر زیادہ پیتے ہیں، اور چائے کے ساتھ سگریٹ بھی سُلگا لیتے ہیں؟

☆......اگر آپ کہیں مہمان ہوں تو کیا وہاں پھل کھانے سے گھبراتے ہیں؟

☆......کیا آپ لیٹے لیٹے پڑھنے کے عادی ہیں؟

اس قسم کی بے شمار چیزوں کے متعلق آپ سوچ کر اپنی عادتیں یاد کرسکتے ہیں، اور اپنی شخصیت، اپنے کردار کا تجزیہ کرسکتے ہیں؟ یہی عادتیں ہیں جن سے آپ کی ذات مرکب ہے، دوستوں کے سامنے آپ کا نام آتے ہی آپ کی کچھ عادتیں ان کو یاد بھی آجاتی ہیں، یہی عادتیں جن کی وجہ سے آپ، آپ ہیں، اور میں، میں، اور ان ہی کی بناء پر آپ کی شخصیت دوسروں سے ممتاز ہوتی ہے۔

کیا آپ اچھی، صحت مند عادتیں اپنانے کے خواہش مند ہیں؟ یقیناً یہ کوئی ناممکن بات نہیں، زیادہ مشکل بھی نہیں، آپ میں بہت سے عادتیں اب بھی موجود ہیں، ان میں اچھی بھی ہیں، بعض عادتیں ایسی بھی ہیں جو آپ نے سوچ سمجھ کر اپنائی ہیں، اس مقصد کے لئے آپ کو پہلے سوچنا پڑے گا کہ صحت مند عادتوں کے نہ ہونے کی وجہ سے کیا کیا نقصانات اٹھانے پڑ رہے ہیں، اور اس خسارے کی وجہ سے آپ ہر وقت ملول و مضمحل رہتے ہیں، یہی کافی نہیں کہ آپ نقصانات کا اندازہ لگائیں، بلکہ آپ کو وہ فائدے بھی پیشِ نظر رکھنے چاہئیں جو صحت مند عادتوں کے ثمرات کے طور پر آپ کو حاصل ہونگے، عادت ڈالنے کے معاملے میں سب سے بڑی کم زور خیالات کا ڈھیلا پن ہے، خیال کی پختگی اور طلب کی سچائی نئی اور اچھی عادت ڈالنے کی پہلی شرط ہے، ایک مثال لیجئے۔

صحت بخش عادتیں

فرض کیجئے کہ آپ روزانہ ورزش کی عادت ڈالنا چاہتے ہیں، اس کے لئے آپ کی سنجیدگی سے خیالات کو پختہ اور مرکوز کرنا پڑے گا، آپ کو سوچنا پڑے گا کہ آپ دوسرے کے مقابلے میں کس قسم کے خسارے میں

ہیں، آپ کو خیال کرنا پڑے گا کہ آپ کا وزن بڑھتا جارہا ہے، آپ کی ''جسمانی گاڑی'' بے ڈول، بوجھل اوراڑیل ہوتی جارہی ہے، اس کی رفتار کم ہوتی جارہی ہے، اس میں چستی اور پھرتی پیدا نہیں ہورہی، آپ کا معدہ بھی پوری طرح کام نہیں کررہا ہے، آپ کو بھوک اچھی طرح نہیں لگتی، آپ غذا کو آسانی سے ہضم نہیں کرسکتے، آپ کا دل زندگی اور امنگ سے خالی ہوتا جارہا ہے، آپ کو زندگی بے کار اور بے معنیٰ معلوم ہونے لگی ہے، آپ کی ہمت اور طاقت جواب دینے لگی ہے، ذراسی محنت یا دوڑ دھوپ سے آپ تھک جاتے ہیں، اور آپ کا سانس پھول جاتا ہے، آپ کا چہرزندگی کی رونق اور آنکھیں عزم کی چمک سے خالی ہیں، جِلد بھدی اور رنگت پھیکی ہوتی جارہی ہے، خون کی روانی میں کمی ہورہی ہے، زندگی میں جمود اور ٹھہراؤ پیدا ہورہا ہے، ان تمام باتوں کا احساس اور اعادہ آپ کو ورزش نہ کرنے کے نقصانات یاد دلائے گا، اور روزانہ ورزش کی عادت ڈالنے پر آپ کے خیالات کو مرکوز کردے گا، پھر ورزش کی ضرورت اور فائدوں کا تصور آپ کے خیالات کو اور واضح اور مستحکم کردے گا، نقصانات کا احساس اور فوائد کا علم جتنا زیادہ آپ کو ہوگا، عادت ڈالنے میں اسی قدر اور اتنی ہی جلد کامیابی آپ کو ہوگی، ورزش نہ کرنے کے نقصانات تو آپ نے سوچ لئے، ورزش کے فائدوں کے بارے میں بھی واضح طور پر سوچئے، روزانہ ورزش کے نتیجے میں آپ کی جسمانی گاڑی چُست اور مستعد ہوجائے گی، غذا اچھی طرح ہضم ہوگی، بھوک خوب لگے گی، معدہ صحیح کام کرے گا، دورانِ خون رواں ہوجائے گا، چہرے کی بے رونقی، آنکھوں کی بے آبی اور جلد کی بے نمکی جاتی رہے گی، ضرورت سے زیادہ وزن کم ہوجائے گا، طبیعت ہلکی اور بشاش ہوجائے گی، دماغی صلاحیت بڑھ جائے گی، وغیرہ وغیرہ، یہ اور اس قسم کے فائدوں کے متعلق خیالات کو خوب پختہ کرلیجئے۔

عادت کا مشق سے بڑا تعلق ہے، ایک بار ورزش شروع کرکے ہرگز نہ چھوڑیئے، ناغہ بھی نہ کیجئے، پابندی سے ورزش جاری رکھئے، ابتداء میں سستی کی عادت بہت سے حیلے بہانے ڈھونڈے گی، لیکن ان کو عزم پر حاوی نہ ہونے دیجئے، ہر حیلے کا مقابلہ فوری عمل سے کیجئے، ذراسی ڈھیل دی اور عزم متزلزل ہوا، ذرا سے پھسلے تو نیچے آگریں گے، آرام کے لالچ کے مقابلے میں ورزش کے فائدوں کو فوراً یاد کرنا شروع کردیجئے، یہ بھی یاد کیجئے کہ اب تک ورزش پابندی سے نہ کرنے سے کیسے کیسے نقصانات آپ کو پہنچے ہیں۔

بُری عادتوں سے چھٹکارا

پرانی عادتوں کو چھوڑنے کا مسئلہ نئی عادتوں کے ڈالنے سے زیادہ مشکل اور پیچیدہ ہے، اس میں نفسیاتی

پیچیدگی کے علاوہ جسمانی رکاوٹوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے، مثلاً کافی، شکر، تمباکو، نمک وغیرہ کے استعمال کی عادتیں دواؤں کی طرح اثر رکھتی ہیں، ان چیزوں کی طاقتوں اور اثرات کا مقابلہ کرنے کے لئے جسم پورے نظامِ ہضم و جذب (میٹابولزم) کی ترتیبِ نو پر مجبور ہوتا ہے، جسم ان تیز محرکات اور اضافی سہاروں کا محتاج ہوجاتا ہے، اپنی مدد اور اپنے دفاع کے لئے اس کے پاس قدرتی طبعی طاقت کا ذخیرہ باقی نہیں رہتا، اگر آپ اس قسم کی چیزوں کے استعمال کی عادت چھوڑنا چاہتے ہیں، تو آپ کو غنودگی، اضمحلال، اضطراب، نفخ، دردِ شکم اور متلی وغیرہ کا مقابلہ کرنا پڑ سکتا ہے۔

بعض لوگوں کی کمزور قوتِ ارادی جسمانی ضروریات اور اندرونی تحریک کے آگے سپر ڈال دیتی ہے، اور وہ سگریٹ، مٹھائی یا چاٹ کو پھر منہ لگا لیتے ہیں، قوتِ ارادی کی یہ کمزوری بھی درحقیقت خیالات میں تذبذب کا نتیجہ ہوتی ہے، آپ ایک بار خیالات میں وضاحت، یکسوئی اور پختگی پیدا کرلیں تو ارادہ بھی آپ کا ساتھ دے گا، اس کے علاوہ ان شکایات سے جنگ کرنے کے لئے اچھی غذا بھی مدد کرتی ہے، اگر آپ کے جسمانی نظام کو پوری طرح کام کرنے کے لئے متوازن اور تغذیہ بخش غذا کی رسد پہنچتی رہے تو خون کی شکر اپنی سطح سے نیچے نہ گرنے پائے گی اور یہ شکایات نہ پیدا ہونگی، خون کی شکر کی سطح گرنے سے بھی سگریٹ، کافی یا شکر کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، لیکن نقصان کا احساس، فائدے کی امید، خیالات میں یکسوئی اور اس کے نتیجے میں قوتِ ارادی کی اہمیت کا پلاّ بہر حال بھاری ہے، اور کسی عادت کے ترک یا اختیار کرنے میں ان کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔

فوری آغاز

جب ایک بار آپ نے خیالات کو اچھی طرح دماغ میں پکا لیا تو پھر عمل میں تاخیر نہ کیجئے، آپ کسی بُری عادت کو چھوڑنا یا کسی اچھی عادت کو اختیار کرنا چاہتے ہیں تو اس کو دوسرے لمحے پر نہ ڈالئے، اسی وقت عمل شروع کردیجئے، عمل شروع کرنے کے بعد آپ دیکھیں گے کہ کس طرح سختی کے دن کٹنے شروع ہوگئے اور آپ صحت مند عادات کی منزل کی جانب تیزی سے رواں ہیں، بری عادت کو چھوڑنے اور اچھی عادت کو اختیار کرنے کا سب سے اچھا وقت وہی ہے جب آپ کے دل میں شدت سے جذبہ پیدا ہو۔

(ماخوذ از ''ہمدرد صحت'' کراچی، ذی الحجہ۱۴۳۲، نومبر 2011ء، جلد۷۹، شمارہ۱۱، صفحہ۱۳ تا صفحہ۱۵)

اخبارِ ادارہ **مولانا محمد امجد حسین**

ادارہ کے شب وروز

□......جمعہ/ ۷/ ۱۴/ ۲۱ ذوالحجہ کو متعلقہ، مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسب معمول منعقد ہوئے۔

□......۲/ ذوالحجہ اتوار کو بعد مغرب یوم والدین کا جلسہ منعقد ہوا، جس میں ادارہ میں زیرِ تعلیم طلبہ وطالبات کے والدین اور سرپرستوں نے بھر پور شرکت کی، بندہ محمد امجد کا بیان ہوا،

□......۶ ذوالحجہ جمعرات کو بعد ظہر ادارہ کے تعلیمی شعبہ جات میں ۲۱ ذوالحجہ تک تعطیلات کا اعلان کیا گیا۔

□......۸/ ذوالحجہ ہفتے سے اجتماعی قربانیوں کے لیے اضاحی کی خرید اور رکھوالی کے مشاغل شروع ہوئے، ادارہ کے اکثر ارکانِ عملہ دو دن اس سلسلہ میں مصروف رہے۔

□......سوموار ۱۰/ ذوالحجہ مسجد غفران میں عیدالاضحیٰ کی نماز سات بجے ادا کی گئی، اور ساڑھے سات بجے کے قریب اجتماعی قربانیوں کے ذبیحے کا سلسلہ شروع ہوگیا جو اگلے دن عصر تک رہا، مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار میں پونے آٹھ اور مسجد بلال صادق آباد میں آٹھ بجے عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھی گئی۔

ادارہ کے زیرِ انتظام امسال اجتماعی قربانیوں کے سلسلے میں ۶۶ بڑے اضاحی (مویشی) ذبح ہوئے، فی حصہ سات ہزار اور ساڑھے سات ہزار روپے رکھا گیا تھا (اخراجات سے جو رقم بچی وہ حصہ داروں کو قربانی کا گوشت وصول کرتے وقت واپس کردی گئی)

□......۲۲/ ذوالحجہ/ ۱۹ نومبر 2011ء بروز ہفتہ تعطیلات کے بعد ادارہ کے سب شعبوں کے معمولات شروع ہوگئے، رونقیں بحال ہوگئیں۔

□......حضرت نواب عشرت علی قیصر دامت برکاتہم یکم ذوالحجہ کو اسلام آباد سے کراچی تشریف لے گئے، سردیاں حسب معمول کراچی میں گزاریں گے، ان شاءاللہ تعالیٰ۔

بخیر رفتی وباز آمدی رفتید ولے نہ از دلِ ما

□......۱۲/ ذوالحجہ، بدھ مفتی محمد رضوان صاحب (مدیر) کے دولت کدہ پر حضرت کے اعزہ عشائیہ پر مدعو تھے۔

□......۱۳/ ذوالحجہ ۲۳ھ جمعرات، کوائر پورٹ ہاؤسنگ سوسائٹی میں جناب فیضان صاحب کے یہاں مفتی محمد رضوان صاحب (مدیر) اور مولوی محمد ناصر بمع اہلِ خانہ رات کے کھانے پر مدعو تھے۔

اخبارِ عالم

حافظ غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

✍ 21/اکتوبر 2011ء بمطابق ۲۲/ذیقعدہ 1432ھ: لیبیا: لہولہان قذافی کا بیدردی سے قتل، لاش کی بھی بے حرمتی، 42 سال حکمرانی کرنے والے قذافی کا بیٹا معتصم، وزیرِ دفاع ابوبکر، اور ترجمان موسیٰ بھی مارے گئے ✍ 22/اکتوبر: پاکستان: اثاثوں کے گوشوارے جمع نہ کرنے پر 11 وزراء سمیت 231 ارکانِ پارلیمنٹ کی رکنیت معطل ✍ 23/اکتوبر: پاکستان: انٹر کے غلط نتائج، طلباء کے پرتشدد مظاہرے، گوجرانوالہ میں بورڈ آفس نذرِ آتش، حکومت نے رزلٹ منسوخ کردیا، جوڈیشنل انکوائری کا بھی فیصلہ ✍ سعودی ولی عہد سلطان بن عبدالعزیز انتقال کرگئے ✍ 24/اکتوبر: ترکی میں ہولناک زلزلہ 85 افراد ہلاک، درجنوں عمارتیں زمین بوس، ایک ہزار سے زائد اموات کا خدشہ، شدت 7.6 تھی ✍ 25/اکتوبر: پاکستان: موجودہ دورِ حکومت میں بجلی 327 فیصد مہنگی ہوئی، صارفین کو 9.08 روپے فی یونٹ مل رہی ہے، حکومت کو ایک روپے کا خسارہ ✍ 26/اکتوبر: لیبیا: قذافی کو بیٹے سمیت بے نام صحرائی قبروں میں دفن کردیا گیا، سرت کے تیل ڈپو میں دھماکی سے آتشزدگی، 100 ہلاک، 50 زخمی ✍ پاکستان: چیف جسٹس آزد کشمیر ہائیکورٹ غلام مصطفیٰ قاتلانہ حملہ میں زخمی ✍ 27/اکتوبر: پاکستان: رات سے قطار میں کھڑا سابق ریلوے ملازم پنشن کا انتظار کرتے کرتے دنیا سے رخصت ہوگیا، چیف جسٹس سے تنخواہوں کی عدم ادائیگی کا ازخود نوٹس لے لیا ✍ پاکستان: سپریم کورٹ نے رینٹل پاور کے لئے تحقیقاتی کمیشن قائم کردیا ✍ 28/اکتوبر: پاکستان: جوڈیشنل کمیشن کا اجلاس، عظمت سعید چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ مقرر، سپریم کورٹ میں چار جج تعینات ✍ پاکستان: رینٹل پاور منصوبے: سپریم کورٹ نے ادائیگیوں کی تفصیلات طلب کرلی، کرپشن کے لئے جعلی لوڈ شیڈنگ کی گئی، فیصل صالح حیات ✍ 29/اکتوبر: پاکستان کا ریڈار پر نظر نہ آنے والے پہلے میزائل حتف VII کا کامیاب تجربہ ✍ 30/اکتوبر: افغانستان: کابل میں اتحادی فوج کی بس پر خودکش حملہ، 13 امریکیوں سمیت 17 ہلاک ✍ 31/اکتوبر: یمن: ائرپورٹ پر چار دھماکے، فورسز کی بمباری اور فائرنگ سے 3 بچوں سمیت 5 افراد جاں بحق ✍ یکم/نومبر: پاکستان: عالمی منڈی میں قیمتوں کی کمی کا ریلیف صارفین کو نہیں دیا گیا، پٹرول صرف 1.54، لائٹ ڈیزل 1.53، مٹی کا تیل 86 پیسے سستا ✍ 02/نومبر: پاکستان: واپڈا ملازمین کی ہڑتال، مظاہرے، دفاتر کی تالہ بندی، صدر نے پیپکو کی تحلیل روک دی ✍ پی آئی اے نے تمام ٹکٹوں میں 4 ہزار روپے اضافے کا اعلان کردیا، اضافی رقم فیول سرچارج کی مد میں وصول ہوگی، اندرون ملک اکانومی کلاس درجہ بندی ختم ✍ 03/نومبر: پاکستان: بھارت تجارت کے لئے پسندیدہ ملک، وفاقی کابینہ نے منظوری دے دی ✍ 04/نومبر: پاکستان: 67 ارب ڈالر قرضے،

حکومت کنگال ہوچکی ہے، اربوں روپے لگا کر 100 میگاواٹ سے کم بجلی ملی، چیف جسٹس ☜ 05/نومبر: پاکستان: سرکلر ڈیٹ کا مسئلہ، بجلی کی قیمتوں میں 14 فیصد اضافہ کرنا ہوگا، یا 76 ارب کی سبسڈی دینی ہوگی ☜ 06/نومبر: پاکستان: اسلامی حکومتیں اپنے لوگوں کے خلاف ہتھیار استعمال نہ کریں، سودی نظام کا خاتمہ معاشی مسائل کا حل ہے، خطبہ حج ☜ 07/نومبر: پاکستان: ایٹمی اثاثوں کی حفاظت کے لئے جدید ترین تربیت یافتہ کورس میں 8 ہزار جوانوں کا اضافہ مکمل ☜ 08/نومبر: ☜ 09/نومبر: (تعطیل اخبارات) ☜ 10/نومبر: پاکستان: سندھ میں ضلعی حکومتیں تحلیل، کمشنری نظام بحال ☜ پاکستان: صوابی میں خودکش حملہ، سابقہ تحصیل ناظم اوراے این پی کے رہنما کمسن بیٹے اور محافظ سمیت جاں بحق ☜ 11/نومبر: پاکستان: انٹر کے نتائج کی جوڈیشنل انکوائری شروع، غلط بیانی پر سخت ایکشن ہوگا، ہائی کورٹ ☜ 12/نومبر: پاکستان: سردیوں میں سی این جی سٹیشنز اور فیکٹریوں کو 3 دن گیس نہیں ملے گی، اقتصادی رابطہ کمیٹی ☜ 13/نومبر: پاکستان: چکوال، پیر چنپل کے پہاڑوں میں فورسز کا آپریشن، ڈاکٹر ارشد سمیت 5 عسکریت پسند اور 4 اہل کار جاں بحق ☜ 14/نومبر: پاکستان: ٹھٹھہ کے قریب مسافر بس اور وین میں خوفناک تصادم 23 افراد ہلاک، 20 سے زائد زخمی ☜ 15/نومبر: پاکستان: پاکستان، ترکمانستان کا گیس پائپ لائن جلد مکمل کرنے پر اتفاق، 5 معاہدوں مفاہمت کی یادداشتوں پر دستخط ☜ 16/نومبر: پاکستان: خواتین کی زبردستی شادی یا جائیداد میں حصہ نہ دینے پر 10 سال تک قید، قومی اسمبلی میں امتیازی سلوک کے خاتمے کا بل منظور ☜ 17/نومبر: پاکستان: وفاقی کابینہ کی کرغزستان اور تاجکستان سے بجلی درآمد کرنے کی منظور، 1000 سے 1300 میگاواٹ بجلی درآمد کی جائے گی ☜ 18/نومبر: پاکستان: گیس میٹر میں ٹمپرنگ پر 10 سال قید ہوگی، قومی اسمبلی سے بل منظور ☜ 19/نومبر: پاکستان: ہائی کورٹ کے حکم پر اسلام آباد میں سی این جی کی لوڈشیڈنگ ختم ☜ 20/نومبر: افغانستان: افغان لویہ جرگہ: امریکہ کے ساتھ مشروط پارٹنرشپ پر اتفاق، پاکستان دہشتگردوں کی محفوظ پناہ گاہ ہے، اعلامیہ۔

باسمہ تعالیٰ

(بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) (اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن)

ماہِ محرم کے فضائل واحکام

اسلامی سال کے پہلے مہینے ”محرم الحرام“ کے فضائل، مسائل، احکام ومنکرات، اسلامی وقمری سَن وماہ کی اہمیت اوراس کے مقابلہ میں دوسرے نظاموں کے حقائق، عاشورہ یعنی دس محرم کے دن کی فضیلت واہمیت اوراس سے متعلقہ احکامات ومنکرات۔

مؤلف: مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

TAMEER-E-PAKISTAN SCHOOL

تعمیرِ پاکستان سکول

(نیشنل میڈیم)

عصری اور دینی ماہرین اور اہلِ علم کی زیرِ نگرانی

اپنی نوع کا منفرد نظام، ان شاء اللہ تعالیٰ جلد آغاز ہو رہا ہے

سکول کی چند اہم خصوصیات وسہولیات

معیاری تعلیم وتربیت	مونٹیسوری جدید ترین طریقۂ تعلیم
اعلیٰ تعلیمی اقدار کا بہترین انتخاب	محبِ وطن دینی سوچ پیدا کرنے کا اہتمام
حفظ وناظرہ قرآن کی سہولت (اختیاری)	خوشخطی کا خصوصی انتظام
تفریحی پروگرام	ہفتہ وار ٹیسٹ سسٹم
طلبہ کے مفت طبی معائنہ کی سہولت	پُرکشش ماحول
کمپیوٹرائزڈ ریکارڈ سسٹم	کوالٹی کنٹرول سسٹم
کمپیوٹر کی تعلیم (مطلوبہ کلاسز میں لازمی)	دینی ودنیاوی مہارت یافتہ گورننگ باڈی
بورڈ کے تحت اساتذہ کی باقاعدہ نگرانی وتربیتی نظام	اساتذہ اور طلبہ کے والدین کا اشتراکی تربیتی نظام
سکول کی اپنی پک اینڈ ڈراپ کی سہولت	معاشرے میں عملی غیر نصابی سرگرمیاں
تعلیمی اخراجات کم سے کم	تعلیمی وتفریحی دورے

داخلے کا شیڈول اور شرائط کا جلد ہی اعلان متوقع ہے

Idara Ghufran